امامیہ مشن کا چھٹا تبلیغی رسالہ

پہلا حصّہ

دوسرا ایڈیشن

مطبوعہ سرفراز قومی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ۔ لکھنؤ

قیمت چار آنہ   تعداد طبع ایک ہزار   خرچہ ڈاک ۱ر
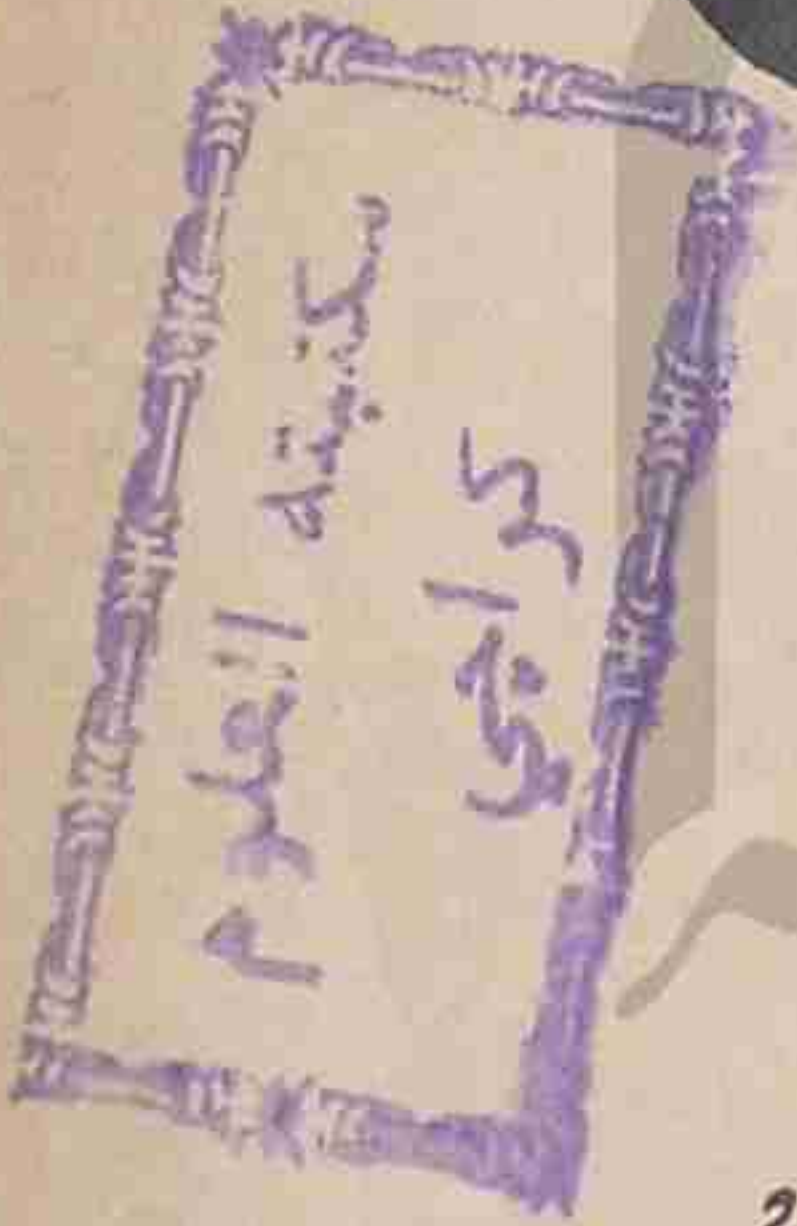
امامیہ مشن بلڈنگ فنڈ

اور

اسکی ضرورت

بحمد اللہ آپکا یہ دینی تبلیغی مشن جسطرح ترقی کے منازل طی کر رہا ہی اُسکی اطلاعات آپکو اخبارات کے ذریعہ سے معلوم ہوتی رہتی ہونگی، اس قلیل عرصہ مین چودہ ۱۴ رسالے چھپے اور انہین سی اکثر دو دو ۲ اور تین تین ۳ ایڈیشن شایع کیے جا چکے ہین جنکی مجموعی تعداد چھبیس ہزار تک پہونچ چکی ہی، نتیجتاً ذخیرہ رسائل کیساتھ ساتھ دیگر کاغذات دفتر کا انبار بھی بڑھ رہا ہے اور اب یہ ضرورت بُری طرح محسوس ہو رہی ہی کہ مشن کے دفتر کو کسی وسیع عمارت مین منتقل کیا جائے، یہ ممکن ہی کہ کرایہ کا مکان لیکر کام چلایا جائے مگر اس طرح آپ خود غور فرما سکتے ہین کہ چند ہی سال مین کرایہ کی مجموعی رقم اسقدر ہو جائیگی جسمین کہ ایک مناسب حال عمارت تیار ہو سکتی ہی، لہذا مین نے یہ طے کر لیا ہی کہ اس عزیز مہمان کو اپنے گھر سی خود اُس ہی کی ذاتی عمارت مین رخصت کرونگا اور اُسی غرض کے لیے اس فنڈ کو جاری کیا ہی، امید ہی کہ افراد قوم اس اہم ضرورت کو پورا کرنے مین میری کسی ممکن امداد سے دریغ نہ فرمائینگے اور عند اللہ عند الرسول ماجور ہونگے۔ اس فنڈ مین قلیل سی قلیل رقم بھی شکریہ کے ساتھ قبول کی جائے گی اور اخبارات مین برابر اعلان ہوتا رہیگا،

الداعی الی الخیر

سید ابن حسین عفی عنہ

سکرٹری امامیہ مشن لکھنؤ

فہرست مضامین اتحاد الفریقین

حصہ اوّل

تحفۂ ثقلین

دوسرا ایڈیشن

مصنفہ عمدۃ المتکلمین مولانا محمد بشیر صاحب ممتاز الافاضل
واعظ مدرسۃ الواعظین

امامیہ مشن لکھنؤ کی چھٹی تبلیغی خدمت

کا

دوسرا دور

امامیہ مشن کے خدمات الحمد للہ بیش از بیش مقبولیت حاصل کر رہے ہین اور تمام افراد قوم مین پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جا رہے ہین یہ رسالہ جو پیش کیا جا رہا ہے ایک مرتبہ شایع ہو چکا ہے لیکن اب اس کا دوسرا اڈیشن شایع کرتے ہین ہم کو امید ہی کہ افراد قوم اس مرتبہ بھی کافی توجہ فرمائینگے اور اس رسالہ کی اشاعت مین کوشش کر کے اتحاد اسلامی کے باعث ہون گے۔ فقط

خادم ملت

سید ابن حسین عفی عنہٗ

جنرل سکریٹری امامیہ مشن

لکھنؤ

ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی توحد بالعز والبقاء وتفرد بالجبروت والکبریاء کلما وقب لیل وغسق والصلوۃ علی محمد سید المرسلین والانبیاء والہ الذین اتخذوا بنورہ الالہی لوضاء کلما لاح نجم وخفق **اما بعد** ۔ موجودہ زمانہ مین جبکہ تمام اقوام مین اتحاد کی زبردست کوششین ہو رہی ہین اور ہر گروہ کو حسب ضرورت وقت اس کا احساس ہو رہا ہے تو پھر اسلام مین کیون نہ اتحاد کی سعی کی جائے جس کے بتائے ہوے راستے اور پہنچوائے ہوے طریقے سالکین کے لئے تہذیب اخلاق وتدبیر منزل وسیاست مدن کے ذمہ دار ہین اسی کے بہترین تعلیمات کا ایک نمونہ آیہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا پ ۴ ع ۲ بھی ہے یعنی اے لوگو اللہ کی رسی کو تم سب مل کر مضبوط پکڑ لو اور آپس مین فرقہ بندیان کر کے پھوٹ نہ ڈالو ۔ یہ ایک ایسی اہم تعلیم ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے اور حبل اللہ سے تمام مدعیان اسلام یکسان بلا تفرقہ متمسک ہو جائین تو کبھی اختلاف کی بو نہ آئے کہ جو ارتقائے ملی اور نشر واشاعت اسلام حقیقی کیلئے

ایک قوی مانع ہے اور در اصل ہم مین جو تمدنی و معاشرتی کمزوریان زیادہ تر پائی جاتی ہین اون کا ایک بڑا سبب مذہبی اختلاف و فرقہ بندی ہے لہذا سب سے پہلے ضرورت ہے کہ اس اختلاف کی دیوارون کو منہدم کر دیا جائے جو سد راہ اتحاد اور اصل اصول تفرقہ ہین اس سلسلہ مین مستقل تالیف کی ضرورت کا احساس اسکے قبل ہمارے محترم و مایہ ناز وسیع النظر و با اطلاع فردقوم جناب نواب احمد حسین صاحب خان بہادر رئیس پرپانوان مصنف تاریخ احمدی کو ہوا چنانچہ موصوف نے کتاب المصالحۃ و الموافقہ شایع کی جس مین مختلف مسائل کو جو شیعہ و سنی مین محل نزاع سمجھے جاتے ہین پیش کر کے یہ دکھلایا تھا کہ اُن مین اکثر علمائے اہلسنت شیعون کے ساتھ ہمخیال ہین اور اسلئے فرقہ وارانہ نزاع کی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی۔

چونکہ یہ موضوع ایسا نہین ہے کہ جس پر ایک مرتبہ متنبہ کر کے سکوت اختیار کر لیا جائے بلکہ ضرورت ہے کہ برابر اہل قلم اس کو زائد سے زائد مکمل طریقہ سے پیش کرتے رہین اور رسالہ مذکورہ مین شاید صرف نمونہ کے مقصد کو پیش نظر رکھکر محدود مسائل کا تذکرہ تھا اسلئے مجھکو ضرورت معلوم ہوئی کہ اس مسئلہ مین اپنے محدود معلومات کے تحت مین ایک زیادہ جامع رسالہ تالیف کرون تاکہ مقصد پر پوری روشنی پڑ سکے اور اتحاد اسلامی

کی بنیاد دین مضبوط سے مضبوط تر ہون۔

مین سمجھتا ہون کہ میرا یہ رسالہ بھی ابھی تکمیل کا محتاج ہے جس کو میرے بعد کے اہل قلم پورا کر سکین گے۔

برادران اسلام ہمارے سچے مذہب اسلام کے دو ہی فرقے بڑے سمجھے جاتے ہین ایک **شیعہ** دوسرا **سُنّی** لیکن دونو فرقے کفر کے مقابلہ مین یکسان ہین کفار ہمین ایک نظر سے دیکھتے ہین اور یہ واقعہ ہے کہ ہمارا خدا ایک ہمارا رسولؐ ایک ہمارا قرآن ایک ہمارا قبلہ ایک باوجود اس کے بھر اگر غیر مسلم فرقے ہمین دیکھتے ہین کہ ہم لوگ آپس مین منافرت رکھتے ہین تو انھین اعتراض کا بہت کافی موقع ملتا ہے اور کسی غیر مسلم کو ان اختلافات پر نظر کرتے ہوے دائرہ اسلام مین داخل ہوتے ہوے نہایت گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے لہذا ہمین چاہیے کہ ایک نقطہ پر جمع ہو جاین کیونکہ جب ہمارا خدا و پیغمبر و کتاب وغیرہ سب ایک ہین تو یہ وحشیانہ تنافر و تعصب نہایت قابل ملامت ہے اور یہ ہم مین بہت بڑی کمزوری ہے بلکہ نشر و اشاعت اسلام مین رکاوٹ کا بڑا سبب ہے۔

یہ مانا کہ ہم اپنے رہبرون کے تابع ہین اور اُنکے اقوال و احادیث کی پیروی ہمارا فریضہ ہے مگر جب ہمارے پیشوایان دین

وہاں دیانِ شریعت کی ایسی بھی صحیح و معتبر حدیثیں موجود ہیں کہ اگر انپر عمل کریں تو ہمارا طرزِ عمل متحد ہو جائے اور کوئی اختلاف شیعہ وسنی کے اندر باقی نہ رہے تو یہ ہمارا اسلامی فرض ہے کہ رفع اختلاف کی حتی الامکان کوشش کریں اور سب برادرانِ اسلام آپس میں شیر وشکر ہو جائیں تاکہ غیروں کو نہ تمسخر و اعتراض کا موقع ملے اور نہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے وقت کوئی اضطراب پیدا ہو اسی بنا پر اس مختصر مگر مفید رسالہ میں علمائے اہلسنت کے اقوال اور ائمہ اربعہ کے احادیث تحریر کرتا ہوں اور مدعی ہوں کہ اسکو نظر انصاف و توجہ سے ملاحظہ فرماکر حقیر کو دعائے خیر سے یاد کریں گے۔

آخر مقدمہ میں اتنا اور عرض کردینا ضروری ہے کہ اہل سنت میں چار امام مفتی تسلیم کئے گئے ہیں امام شافعی و امام ابو حنیفہ و امام مالک و امام احمد بن حنبل اور ان کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ ان چاروں میں سے جس امام کی اقتدا کروگے حق پر ہوگے اور ہدایت پاؤگے اور تمہارا عمل صحیح و درست ہوگا۔ لہذا اگر بعض مسائل میں ایک امام کی پیروی اور بعض دیگر میں دوسرے امام کی پیروی کی جائیگی تو ہدایت ہاتھ سے نہ جائیگی عمل صحیح ہوگا اور اتحاد کی بے نظیر مثال قائم ہو جائیگی لہذا تابعین امام مالک یہ نہ فرمائیں کہ یہ امام ابو حنیفہ کے فتوے ہیں

اور اسی طرح حنفی حضرات یہ نہ عذر کریں کہ یہ مسائل امام مالک وغیرہ کے ہیں کیونکہ جس امام کی پیروی کرلوگے ہدایت پر رہوگے اور عمل درست ہوجائے گا۔

اب میں اُن مسائل کو لکھتا ہوں جو شیعہ و سُنّی میں باعث خلاف وافتراق ہیں تاکہ برادران اسلام اس غلطی سے محفوظ رہیں کہ یہ مسائل فرقہ شیعہ کے ساتھ خاص ہیں بلکہ انکو اسلام حقیقی کے مسائل تصور فرمائیں۔

توحید

فرقہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ صفات خدا عین ذات خدا ہیں یعنی جو آثار صفات کی طرف مستند ہوتے ہیں وہ تمام آثار اوسکی ذات سے صادر ہوتے ہیں اونکا منشار نفس ذات الٰہی ہے انہی صفات کو صفات ذاتیہ کہتے ہیں یہ صفات اوسکی ذات سے جدا اور زائد بر ذات نہیں ہیں۔ محققین حضرات اہلسنت بھی اس عقیدہ میں متحد ہیں چنانچہ جناب شیخ شیوخ زمن افضل المحققین مولانا محمد فضل حق صاحب اپنی کتاب افضل التحقیقات فی مسئلۃ الصفات صہ ۲۶ میں حواشی شرع عقاید

عضدیہ سے فاضل لاہوری کا قول نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔

وهو صريح في ان صفاته تعالى عندنا معاشر الحنفية نفس ذاته تعالى والقول بزيادة الصفات باطل باليقين وهذا مما يحكم بيطلانه الضرورة الغير المكذوبة ولا يجترء على التفوه به الامن هو مؤف القريحة فاذن يجب عليك ان تومن بان نفس ذاته تعالى في حد نفسها مستجمعة لجملة الكمالات" وهذا تقرير الدليل على اثبات عينية الصفات وابطال زيادتها على الوجه الجديد والنهج السديد۔

تقریر فاضل لاہوری اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ہمارے فرقہ حنفی المذہب میں صفات خدا عین ذات ہیں اور اسکی صفتوں کو زائد بر ذات ماننا یقیناً باطل ہے اور اسکا باطل ہونا ایسا ظاہر و واضح ہے کہ کسی طرح قابل انکار نہیں اور سوائے دیوانہ کے کوئی شخص ایسی بات منہ سے نکالنے کی جرأت نہیں کر سکتا پس تمہیں واجب ہے کہ صفات خدا کے عین ذات ہونے پر ایمان لاؤ" اور یہ جو ہمنے صفات خدا کو عین ذات ثابت کرنے پر اور زائد بر ذات ہونے کے ابطال میں دلیل بیان کی ہے بالکل جدید عنوان اور مضبوط طریقہ کی دلیل ہے۔

نعم جناب شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی مسلم الثبوت عالم کامل

اپنی کتاب فتوحات مکیہ باب ۵۶ مین تحریر فرماتے ہین جسکو حضرت قطب ربانی شیخ عبدالوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر جلد اول صفحہ ۷۲ مین نقل فرمایا ہی۔

قال الشیخ محی الدین بل ھو اللہ العالم القادر الخبیر کل ذلک بذاتہ لا بامر زائد علیھا اذ لو کان بامر زائد علی ذاتہ وھی صفات کمال لا یکون کمال لذات الا بھا لکان کمالہ تعالی بشی زائد علی ذاتہ واتصف ذاتہ تعالی بالنقص والفقر تعالی اللہ عن ذلک (ثم قال بعد ذلک) فھذا الذی دعا بعض المتکلمین ان یقول فی صفات الحق تعالی انھا غیرہ فاخطأ طریق الصواب

خداوند عالم بذات خود عالم و قادر و خبیر ہی اوسکے صفات اسکی ذات کے غیر اور زائد بر ذات نہین ہین بلکہ عین ذات ہین کیونکہ اگر خدا کی صفتین جو کمال کی صفتین ہین اسکی ذات پر زائد مانی جائینگی تو لازم آئے گا کہ ذات خدا اپنے کمال مین غیر کی محتاج ہو حالانکہ خدا کی ذات ہر احتیاج و نقص سے بری ہی" اسکے کچھ بعد جناب شیخ الاکبر فرماتے ہین "جن لوگون نے صفات خدا کو اوسکی ذات کا غیر مانا ہی وہ لوگ غلط راستہ پر ہین اور خطا کے مرتکب ہین

دِیدارِ خُدا

فرقۂ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ خدا کا دیدار ناممکن ہے ہم اپنی آنکھون
سے خدا کو کبھی نہین دیکھ سکتے ہان دل کی آنکھون سے دیکھتے ہین جیسا
کہ حضرت سید الموحدین امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہین کہ ہم نے
خدا کی عبادت اوسکو دیکھکر کی ہے لیکن ان آنکھون سے نہین بلکہ دل
کی آنکھون سے یعنی علم کے ذریعہ سے خدا کو پہچانتے ہین اور حشر مین بھی
علم ہی ہوگا آنکھون سے نہین دیکھین گے۔

اجلہ علمائے اہلسنت بھی اس عقیدہ مین متحد ہین۔ چنانچہ جناب
علامہ تفتازانی اور جناب امام رازی اور جناب فضل بن روزبہان
قائل ہین کہ دیدار سے مراد علم خاص ہے اور شیعہ وسنی مین دیدار کے متعلق جو
کچھ اختلاف ہے وہ محض لفظی اختلاف ہے ورنہ مطلب دونو فریق کا ایک
ہی ہے ملاحظہ ہو ابطال الباطل مطلب اول البحث منقسم۔

فعلی ھذا یکون الرویۃ علما خاصا فظھر اتفاق الفریقین علی ان رویۃ اللہ التی دلت علیہ الاحادیث	ہماری تحقیق کی بنا پر دیدار خدا سے مراد علم خاص ہے پس شیعہ وسنی کا اتفاق اس مسئلہ مین بالکل واضح ہے کہ دیدار خدا جن احادیث

هی العلم الخاص۔	مین پایا جاتا ہی اوس سے مراد علم خاص ہی۔

جناب فضل بن روزبہان نے اس مطلب کو لکھنے کے بعد دعوائے تفرد کیا ہے اور مقام فخر مین بیان کیا ہے کہ ہمارا بھی عقیدہ اس مسئلہ مین وہی ہی جو فرقہ شیعہ کا عقیدہ ہی فقط لفظی اختلاف ہی ورنہ مطلب مین فریقین متفق ہین مگر انکایہ فخر بالکل بیجا اور دعوائے تفرد بالکل بیجا ہی کیونکہ علامۂ تفتازانی اور امام فخر الدین رازی ان کے قبل اس مطلب کو لکھ چکے ہین۔

نیز صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۶۸ سطر ۳۳ مطبوعہ مصر۔

عن عائشۃ قالت من حدثک ان محمدا رأی ربہ فقد کذب وھو یقول لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر۔	جناب عائشہ سے مروی ہی کہ انھون نے مسروق سے فرمایا کہ جو شخص تجھ سے بیان کرے کہ رسول اللہ صلعم نے خدا کو دیکھا وہ یقیناً جھوٹا ہی اور خدا کو کیونکر کوئی دیکھ سکتا ہی حالانکہ وہ ارشاد فرماتا ہی

کہ کوئی نگاہ خدا کو نہین دیکھ سکتی اور وہ سب نگاہون کو دیکھتا ہی، جس آیت سے حضرت ام المومنین نے استدلال کیا ہے وہ مطلق ہی اوسمین دنیا وآخرت کسی مکان یا زمانہ کی قید نہین ہی لہذا نہ دنیا مین دیکھ سکتے ہین نہ آخرت مین۔

(بداء)

فرقہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ بداء حق ہے اور اُس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم چونکہ ہر شے کا عالم اور ہر شے پر قادر ہے لہذا حسب مصلحت معین کردہ امور مین تغیر و تبدل کر دیتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو بسا اوقات بعض اُمور کے مقدر ہونے کا تو علم ہوتا ہے مگر حسب مصلحت متغیر ہونے کا علم حاصل نہین ہوتا یا علم تو ہوتا ہے مگر اُسکے ظاہر کرنے کا حکم نہین ہوتا یعنی خداوند عالم فاعل مختار ہے جس وقت کسی شے کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے اوسکو عدم سے وجود مین لے آتا ہے بعد ازان جس وقت اُسکے معدوم کرنے مین مصلحت دیکھتا ہے تو اوسکو معدوم کر دیتا ہے اور اُسکی جگہ پر حسب ضرورت دوسری شے کو پیدا کر دیتا ہے اسی طرح جب کسی امر کے بجالانے مین مصلحت ہوتی ہے تو اُسکے بجالانے کا حکم صادر فرماتا ہے اور جب اوس کے بجالانے مین کوئی خرابی ہوتی ہے تو اوس سے روکدیتا ہے جیسے قبلہ کا بدل دینا شریعتون کا منسوخ کر دینا وغیرہ پس جو شخص کہ خدا کو فاعل مختار مانتا ہے اور اسبات کا اقرار کرتا ہے کہ خدا جو چاہے کرے جس شے کی جگہ پر چاہے دوسری شے کو پیدا کر دے اور جس کو چاہے مقدم کر دے اور جس کو چاہے مؤخر کر دے اور جس کا چاہے حکم دے اور جس سے چاہے

ردکردے پس اوس شخص نے بداء کا اقرار کیا کیونکہ بداء کے معنی ہی یہی ہین ۔
بداء و نسخ کی ایک ہی صورت ہے بس فرق اسقدر ہے کہ نسخ تشریع مین ہوتا ہے جیسے بیت مقدس کو قبلہ قرار دینے سے ردکردنیا اور کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم دیدنیا اور بداء تکوین مین ہوتا ہے جیسے کسی کی عمر زائد کر دنیا کسی کی کم کردنیا وغیرہ ۔
بداء مین شیعہ اسلئے زائد زور دیتے ہین کہ اس سے اُن کافرون کی رد ہوتی ہے جو اسباب کے قائل ہین کہ خدا کو جو کچھ کرنا تھا وہ کرچکا اب وہ ہر ایک امر سے فارغ ہے اوسکو اب کوئی اختیار نہین ہے جیسا کہ یہودیون کا خیال ہے نیز اُن لوگون کی رد مقصود ہے جو کہتے ہین کہ خدا نے مخلوقات کو ایک مرتبہ پیدا کر دیا ہے جیسا کہ بعض معتزلہ اور نظام کا خیال ہے ۔
حضرات اہلسنت بھی اس مسئلہ مین متحد ہین چنانچہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد ۵ صنہ ۲۱ مین ذیل آیہ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب پ ۱۳ ع ۱۲) تحریر فرماتے ہین کہ اس آیت مین خدا نے اپنا اختیار ظاہر کیا ہے جس کو وہ چاہے مٹادے اور جس کو چاہے ثابت کردے جسکے لئے چاہے رزق و عمر زائد کردے اور جس کے لئے چاہے کم کردے اوسکو اختیار ہے جو چاہے کرے ۔
امام رازی فرماتے ہین کہ اس آیت کا یہی مطلب جابر بن عبد اللہ انصاری صحابی رسول ص نے حضرت رسول اللہ صلعم سے نقل کیا ہے اور یہی

مطلب کو عمر بن مسعود نے بھی اختیار کیا ہے اور یہ خدا نے اسلئے فرمایا ہے کہ لوگ
دنیا کی طرف متوجہ ہوکر اسے بھول نہ جائیں۔ نیز تفسیر بیضاوی میں اس آیت
کا یہی مطلب قاضی عبد اللہ بن عمر نے لکھا ہے ملاحظہ ہو اسی کتاب کا ص ۲۷، ۴ ان
دونوں تفسیروں کی بنا پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ خدا ہر شے کے تغیر و تبدل اور
محو و اثبات پر قادر ہے اب یہ بات رہی کہ حسب مصلحت تغیر و تبدیل بھی کر دیتا ہے اور
انبیا علیہم السلام کو کبھی معلوم ہوتا ہے اور کبھی نہیں معلوم ہوتا یہ بھی حضرات
اہلسنت کی کتب معتبرہ میں موجود ہے اور اس کثرت سے پایا جاتا ہے کہ اگر ان تمام واقعات
کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے لہذا بطور مشتے نمونہ از خروارے
پیش کرتا ہوں ملاحظہ ہو تفسیر بیضاوی ص ۳۶۸ تاریخ روضۃ الصفا جلد اول ص ۱۱۹
جب جناب یونس نبی علیہ السلام اپنی قوم سے عاجز ہو گئے تو اپنی قوم پر نزول
عذاب کی دعا کی پس جب حضرت یونس نے قبول دعا کے آثار دیکھ لئے
تو اپنی قوم سے فرمایا ان العذاب یاتیکم بعد ثلثۃ ایام یعنی اے قوم تمہر
تین دن کے بعد عذاب آجائے گا یہ کہا اور اپنی قوم سے جدا ہو کر ایک پہاڑ
کی طرف چلے گئے پس جب قوم یونس سے عذاب قریب ہوگیا اور اس قدر
قریب ہوگیا کہ ابر سیاہ اور دھوئیں کی وجہ سے راہیں تاریک ہوگئیں اور ان
لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ یونس کی دعا قبول ہوگئی اب ہم ہلاک ہو جائینگے کیونکہ
یونس وعدہ کر گئے ہیں کہ عذاب تین دن میں آجائیگا پس انھوں نے یونس کو

تلاش کیا مگر نہ پایا تو ایک صحرا مین اپنی بیبیون اور بچون کو لیکر نکل پڑے اور دودھ پیتے بچون کو اون کی ماؤن سے علیحدہ کر دیا اور گڑ گڑا کر خدا کی درگاہ مین دعا کی اور اپنے گناہون سے توبہ کی پس حق سبحانہ وتعالیٰ نے اون پر رحم کیا اور فرشتون کی سفارش سے عذاب کو برطرف کر دیا۔ پس جب حضرت یونس کو عذاب برطرف ہونے کی اطلاع ہوئی تو یونس اپنی قوم مین اس خیال سے نہین گئے کہ اون کی قوم اونھین جھوٹا کہے گی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ خدا نے حسب مصلحت تغیر کر دیا جس کا علم حضرت یونس نبی کو نہ تھا اسی لئے وہ اپنی قوم مین جاتے ہوے ڈرے کہ قوم انھین جھوٹا کہے گی پس معلوم ہوا کہ خدا ہر شے پر قادر ہے اور ہر شے کا عالم ہے اور حسب مصلحت جس مین چاہتا ہے تغیر کر دیتا ہے جس کا علم بسا اوقات نبی کو بھی نہین ہوتا اسی کو بدا کہتے ہین۔

عدل

فرقۂ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم عادل ہے اور اسکے معنی یہ ہین کہ خدا کبھی فعل قبیح (برا فعل) نہین کرتا۔ اور ایسے فعل کو کبھی ترک نہین کرتا کہ جس کا ترک کرنا قابل مذمت ہو اور وجہ اسکی یہ ہے کہ فعل قبیح وہ شخص کرتا ہے

کہ جو یا مجبور ہو یا اوس فعل قبیح کی احتیاج رکھتا ہو یا اُسکی برائی سے واقف نہو

اور خداوند عالم نہ مجبور ہے نہ محتاج ہے نہ جاہل ہے بلکہ ہر شے پر قادر و مختار ہے

اور ہر شے کی اچھائی برائی سے واقف ہے لہذا اوس سے کبھی فعل قبیح صادر نہین

ہو سکتا اور نہ کبھی ایسا فعل ترک ہو سکتا ہے کہ جسکے ترک مین مذمت ہو کیونکہ

اوسکے لئے کوئی مانع نہین ہے جو اسکو ترک پر مجبور کرے درصورتیکہ اوس کے

کرنے مین مصلحت موجود ہے جو داعی فعل ہے۔

پس اگر خدا سے فعل قبیح صادر ہونا درست ہوگا تو جنت و نار و وعدہ و

وعید پر ہرگز وثوق نہ رہیگا کیونکہ اس صورت مین ممکن ہوگا کہ اوس نے دروغ

بیانی سے کام لیا ہو اور سب سے زائد خرابی یہ لازم آئے گی کہ یا تو خدا معاذ اللہ

جاہل تھا کہ اُسکی برائی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے فعل قبیح کیا یا اوسکی

طرف احتیاج تھی یا اوسکو باوجود برائی معلوم ہونے کی اُسکے ترک پر قدرت

نہ تھی مجبور تھا حالانکہ خداوند عالم ان تمام برائیون سے پاک و منزہ ہے

پس معلوم ہوا کہ اُس سے کبھی کوئی برا فعل صادر نہین ہو سکتا اسی کو حضرات

شیعہ عدل کہتے ہین۔

حضرات اہلسنت کو بھی اس عقیدہ مین اختلاف کی کوئی وجہ نہین ہو سکتی

کہ قرآن مجید مین جو تمام مسلمانون کی مشترک کتاب آسمانی ہے یہ آیت موجود ہے

الذی احسن کل شی خلقہ (پ ۲۱ سورہ سجدہ رکوع ۱۴) یعنی وہ

وہ خدا ہے کہ جس شے کو بھی اوس نے پیدا کیا ہی حسن و خوبی کیساتھ پیدا کیا ہی معلوم ہوا کہ وہ فعل حسن کرتا ہی فعل قبیح نہین کرتا۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴ کل ذلک کان سیئہ عند ربک مکروھا یعنی جو کام بھی بُرے ہین وہ تمھارے پروردگار کے نزدیک مکروہ و ناپسندیدہ ہین معلوم ہوا کہ وہ افعال قبیحہ کو پسند نہین کرتا۔

تیسرے مقام پر صاف صاف اپنا عادل ہونا بیان کر دیا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہی شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملائکۃ واولوا العلم قائما بالقسط لا الہ الا ھو العزیز الحکیم ان الدین عند اللہ الاسلام (پارہ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۱۰) یعنی خود خدا اور ملائکہ اور تمام صاحبان علم گواہ ہین کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہین اور وہ صفت عدل والا ہے اوسکے سوا کوئی معبود نہین وہی غالب اور حکمت والا ہی، خدا کے نزدیک اسلام ہی سچا دین ہی۔

اس آیت کی تفسیر مین حضرت الامام العلامہ ابو القاسم جار اللہ محمود بن عمر زمخشری تحریر فرماتے ہین ملاحظہ ہو تفسیر کشاف جلد اول ص ۱۹۳ مطبوعہ کلکتہ۔

ان قولہ لا الہ الا ھو توحید — تحقیق کہ خدا نے لا الہ الا ھو

وقولہ قائما بالقسط تعدیل فاذا اردفہ قولہ ان الدین عند اللہ الاسلام فقد اذن ان الاسلام ھو العدل و التوحید وھو الدین عند اللہ وما عداہ فلیس عندہ فی شیٔ من الدین۔

سے اپنی توحید بیان کی ہے اور قائما بالقسط سے اپنا عدل بیان کیا ہے اور اسکے بعد ہی ان الدین عند اللہ الاسلام کہا ہے جس کا بلاشبہ مطلب یہ ہے کہ اسلام توحید و عدل ہے اور یہی خدا کے نزدیک سچا دین ہے اور اسکے علاوہ جو دین ہے وہ باطل ہے۔

تفسیر کشاف کے علاوہ دیگر تفاسیر میں بھی یہ مطلب موجود ہے انکی عبارتیں نقل کرنے میں بہت طول ہو جائیگا۔ اس لئے حوالہ پر اکتفا کی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

تفسیر لباب التاویل جلد اول صـ ۲۷۷ مطبوعہ مصر تفسیر معالم التنزیل برحاشیہ لباب التاویل صـ ۲۷۷ مطبوعہ مصر تنویر المقباس تفسیر عبداللہ بن عباس برحاشیہ درمنثور جلد اول صـ ۱۶۰ مطبوع مصر تفسیر درمنثور جلد دوم صـ ۱۲ مطبوع مصر تفسیر بیضاوی جلد اول صـ ۱۳۲ مطبوع نولکشور۔ اسکے علاوہ اگر مفصل اس مطلب کو دیکھنا ہو تو رسالہ روح الایمان بجواب عبقات الایمان مصنفہ حقیر ملاحظہ کیجئے جو دفتر الواعظ لکھنؤ

سے مل سکتا ہے۔

(خیر و شر)

فرقہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ خدا وند عالم جو کچھ کرتا ہے خیر ہی کرتا ہے کبھی اس سے شر نہیں صادر ہو سکتا کیونکہ شر بری شے ہے اور خدا ہر برائی سے پاک ہے لہذا اوس سے کبھی شر صادر نہیں ہوگا بلکہ ہمیشہ خیر ہی ہوگا پس اگر اُس سے شر کا ہونا درست ہوگا تو یا وہ محتاج ہو جائیگا یا مجبور ہو جائیگا یا اوسکا جاہل ہونا لازم آئے گا جیسا کہ مبحث عدل میں بیان کیا گیا اور خدا ان تمام برائیوں سے منزہ ہے لہذا اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ شر سے بری و منزہ ہے۔

اکابر حضرات اہلسنت بھی اس عقیدہ میں متحد ہیں چنانچہ جناب علامہ قوشجی شرح تجرید کے صفحہ ۳۷۲ پر تحریر فرماتے ہیں ذات الباری ھو الخیر المحض یعنی ذات باری خیر محض ہے پس جو خیر ہی خیر ہو وہاں شر کو کہاں راہ مل سکتی ہے نیز ملاحظہ ہو سنن علامہ نسائی اور صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۲۶۳ سطر ۲ مطبوعہ نولکشور لبیک وسعدیک والخیر کلہ فی یدیک والشر لیس الیک جناب رسالتمآب نماز کے قبل ایک طویل دعا پڑھتے تھے اس کے آخری فقرات یہ ہیں اے میرے پالنے والے میں تیری بندگی کے لئے حاضر ہوں اور دین

کی نصرت پر آمادہ ہوں تیرے ہاتھ میں کل خیر ہے اور تیری طرف شر کی نسبت نہیں ہو سکتی نیز پارہ ۱۴ سورہ حجر رکوع ۶ میں ہے وما خلقنا السموات والارض وما بینھما الا بالحق یعنی ہم نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے بالحق پیدا کیا ہے یعنی جو کچھ بھی ہم نے پیدا کیا ہے حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ شر ہرگز حق نہیں ہے لہذا معلوم ہوا کہ اُسنے جو کچھ پیدا کیا ہے شر نہیں پیدا کیا ہے بلکہ حق پیدا کیا ہے پس معلوم ہوا کہ شر خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا بلکہ شر بندوں کی طرف سے ہے چنانچہ خداوند عالم پارہ ۳۰ سورہ زلزال رکوع ۲۴ میں ارشاد فرماتا ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ یعنی جو شخص ذرہ برابر بھی خیر (نیکی) کرے گا روز قیامت اوسکو دیکھ لیگا۔ اور جو شخص ذرہ برابر شر (بدی) کرے گا وہ بھی روز قیامت اوسکو دیکھ لیگا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ شر بندہ کی طرف سے ہے۔

جبر و اختیار

فرقہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ بندے اپنے افعال میں فاعل مختار ہیں یعنی اپنے افعال اپنی خواہش و ارادہ سے کرتے ہیں خدا نے اُنھیں مجبور نہیں کیا ہے کیونکہ اگر انکے قبضہ اور اختیار میں کوئی شے نہو اور پھر انھیں کسی فعل کے

کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا جائے تو یہ نہایت بے عقلی کی بات ہوگی۔

اسکے علاوہ اگر بندے فاعل مختار نہون اور ہر ایک کام کا فاعل خدا ہی ہو تو لازم آئے گا کہ چوری شراب خواری دروغگوئی وغیرہ تمام بُرے کام خدا ہی سے سرزد ہون اور باوجود اسکے پھر ان افعال پر بندون کے لئے طرح طرح کی سزائین تجویز کرنا یقیناً بے گناہون کو سزا دینا ہے جو ظلم ہے حالانکہ خدا ہر برائی اور ظلم سے بری ہی پس معلوم ہوا کہ بندے فاعل مختار ہین۔ ہان اتنا ضرور ہے کہ بعض امور انکے قدرت و اختیار سے خارج ہین مثلاً عمر کا کم یا زائد ہونا رنگ کا گندمی یا سیاہ ہونا قد کا چھوٹا یا بڑا ہونا وغیرہ مگر خدا نے ان امور کے متعلق بندون کو کسی قسم کا حکم بھی نہین دیا ہی اور اسی لئے ان امور پر سزا و جزا بھی نہین ہے یہ عقیدہ اہلسنت کا بھی ہے چنانچہ علامہ قوشجی شرح تجرید کے ص ۳۸۱ پر تحریر فرماتے ہین۔

لولا استقلال العبد لبطل المدح والذم والامر والنهی والثواب والعقاب وفوائد الوعد والوعید وارسال الرسل وانزال الکتب والفرق بین الکفر والایمان والاسائة والاحسان وفعل النبی

اگر بندہ اپنے افعال مین با اختیار نہو گا بلکہ مجبور ہوگا تو اوسکی مدح اور مذمت کرنا اور اوسکو کسی بات کا حکم دینا یا کسی کام سے روکنا اور جزا یا سزا دینا اور خوشخبری یا ڈرانا اور انبیاء کا بھیجنا اور کتابون کا نازل کرنا بالکل

والشیطان وکلمات التسبیح والھذیان۔	بے سود وباطل ہوجائیگا اسی طرح اسکو مجبور مان لینے کے بعد کفر وایمان

مین فرق کرنا اور نیکی وبدی اور نبی وشیطان کے فعل مین تفرقہ کرنا اور تسبیح خدا اور بیہودہ گوئی مین امتیاز کرنا بالکل غلط وباطل ٹھہرے گا۔

پس معلوم ہوا کہ بندہ اپنے افعال مین بااختیار ہے جو چاہے اپنی قدرت کے موافق کرسکتا ہے خدا نے مجبور نہین کیا ہے۔ نیز خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی پارہ ۳ رکوع ۲ یعنی دین مین جبر وتشدد نہین ہے کیونکہ بلا شک وشبہ یہ کھلا ہوا سیدھا راستہ ہے جو گمراہی سے بالکل بچا ہوا ہے۔

نیز ارشاد فرماتا ہے فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر پ ۱۵ رکوع ۱۶ جس کا دل چاہے ایمان لائے اور جس کا دل چاہے کافر ہوجائے یعنی خدا نے کسی کو مجبور نہین کیا ہے بلکہ بااختیار پیدا کیا ہے۔

نیز ارشاد فرماتا ہے من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیھا وما ربک بظلام للعبید پارہ ۲۴ رکوع ۲۰ یعنی جو اچھے کام کرے گا وہ وہ اپنے نفع کے لئے کرے گا اور جو برے کام کرے گا اوس کا وبال بھی اسی پر ہوگا اور تمھارا پروردگار بندون پر ظلم کرنے والا نہین ہے نیز فرماتا ہے اعملوا ما شئتم انہ بما تعملون بصیر پارہ ۲۴ رکوع ۱۹ یعنی جو تمھارا دل چاہے

کہ خدا تمھارے افعال کو دیکھ رہا ہے۔

نیز اُن لوگون کی مذمت فرماتا ہے جو اپنے کامون کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہین ارشاد فرماتا ہے۔

فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنًا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون (پ ع ۹)

وائے ہو ان لوگون پر جو خود اپنے ہاتھون سے کتاب لکھتے ہین اور پھر کہتے ہین کہ یہ خدا کی طرف سے ہے تاکہ کچھ قیمت حاصل کرلین پس وائے ہو اُنکے اس لکھنے پر اور وائے ہو اُنکے اس قیمت حاصل کرنے پر۔ ان تمام آیات سے واضح ہو گیا کہ بندہ فاعل مختار ہے اور جو کچھ نیکی و بدی کرتا ہے یہ خود ہی کرتا ہے خدا نے مجبور نہین کیا ہے۔

قضا و قدر

فرقہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم چونکہ ہر شے کا جاننے والا ہے اور ہر شے پر قادر ہے لہذا اُس نے حسب مصلحت تمام امور مقرر فرما دیئے ہین خواہ وہ تکوین سے تعلق رکھتے ہون یا تشریع سے تکوین مین اُس نے

جو کچھ احکام نافذ فرمادئے ہین اونھین نہ کوئی بدل سکتا ہے اور نہ کسی قسم کا
اُن مین تغیر دیسکتا ہے وہی حسب مصلحت تبدیلی و تغیر وغیرہ کا مختار ہے یونہی
اوس نے تشریع مین بھی بلحاظ مصالح مکلفین احکام نافذ فرمائے ہین اور
بندون سے چاہا ہے کہ اون احکام پر عمل کرین لیکن بندون کو عمل کرنے پر
مجبور نہین کیا ہے بلکہ ان احکام کو بتادینے کے بعد اختیار دیدیا ہے کیونکہ
اگر اختیار نہ دیتا تو احکام کا بندون سے متعلق کرنا انبیاء علیہم السلام کا بھیجنا
جزاء و سزاء کا دینا سب باطل ہو جاتا جیساکہ ہم اسکے قبل بیان کرچکے ہین
یہ جو کچھ اُس نے احکام دئے ہین ان کا تغیر و تبدل اُسی کے اختیار مین ہے
بندون سے اسکو کوئی تعلق نہین ہے وہی جب چاہے حسب مصلحت بدل سکتا ہے جیسے
بیت مقدس سے روک کر کعبہ کو قبلہ بنا دینا وغیرہ پس وہ قضا و قدر جس کا تعلق
تشریع سے ہے اوسکے معنی یہی ہین کہ خدا نے بندون سے کچھ احکام متعلق کئے
ہین اور انھین بتادئے اور بندون کو اختیار دیدینے کے بعد چاہا ہے کہ وہ
باختیار خود انپر عمل کرین تاکہ انھین حسب عمل جزا یا سزا دی جائے۔

اہلسنت کے علما و اس مسئلہ مین بھی متحد نظر آتے ہین چنانچہ علامہ معتزلی
شرح نہج البلاغۃ مین اور جناب علامہ قوشجی شرح تجرید صفحہ ۵۲ مین ایک
طولانی حدیث نقل فرماتے ہین جس سے قضا و قدر کے معنی بالکل واضح
ہو جاتے ہین ملاحظہ ہو۔

روی اصبغ بن نباتہ ان شیخا
قام الی علی بن ابی طالب بعد
انصرافہ من صفین فقال اخبر
نا عن مسیرنا الی الشام کان بقضاء
اللہ وقدرہ فقال والذی فلق
الحبة وبرأ النسمة ما وطئنا
موطئا ولا هبطنا وادیا و
لا علونا تلعة الا بقضاء اللہ
وقدرہ فقال الشیخ ما ادری
لی من الاجر شیئا فقال لہ مہ
ایها الشیخ عظم اللہ اجرکم
فی مسیرکم وانتم سائرون
وفی منصرفکم وانتم منصرفون
ولم تکونوا فی شیء من حالاتکم
مکرهین ولا الیها مضطرین
فقال الشیخ کیف والقضاء والقدر
ساقانا فقال ویحک لعلک

اصبغ ابن نباتہ بیان کرتے
ہین کہ ایک مرد پیر جنگ صفین
کی واپسی کے بعد حضرت علی بن
ابی طالب کی خدمت مین حاضر
ہوا اور عرض کرنے لگا یا حضرت
ہمارے سفر شام کے متعلق بیان
فرمائیے کہ کیا یہ ہمارا سفر قضا و قدر
الٰہی کے ساتھ ہوا تھا پس حضرت
نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے
دانہ کو شگافتہ کیا اور ارواح کو پیدا
کیا ہم جس زمین پر بھی چلے اور
جس وادی مین قدم رکھا اور جس
بلندی پر چڑھے یہ سب قضا و قدر
الٰہی کے ساتھ ہوا پس فوراً ہی
اس مرد پیر نے کہا کہ یا حضرت جب
قضا و قدر الٰہی ہی کے ساتھ یہ
سب کچھ ہوا تو پھر ہمارے لئے تو

ظننت قضاء حتما و قدرا
لازما ولو کان کذلک لبطل
الثواب والعقاب والوعد
والوعید والامر والنهی ولم یات
ملامة من الله لمذنب ولا
محمدة لمحسن ولم یکن المحسن
اولی بالمدح من المسیئ ولا
المسیئ اولی بالذم من المحسن
تلک مقالة عبدة الاوثان و
جنود الشیطان وشهود الزور
واهل العمی عن الثواب وهم
قدریة هذه الامة ومجوسها
ان الله تعالی امر تخییرا ونهی
تحذیرا وکلف یسیرا ولم یعص
مغلوبا ولم یطع مکرها ولم
یرسل الرسل الی خلقه عبثا
ولم یخلق السموات والارض

کوئی اجر رہا نہین حضرت نے فرمایا!
اے شیخ خاموش ایسا کبھی نہ کہنا
کیونکہ خداوند عالم نے تمھین اس
سفر کی آمد و رفت کی تکلیفین برداشت
کرنے مین بہت کچھ اجر عطا فرمایا ہے
اور اُس نے کسی بات پر بھی تمھین
مجبور نہین کیا ہے اور نہ تم پر تمھارے
اعمال مین جبر و اکراہ سے کام لیا ہے
بلکہ تمھین مختار رکھا ہے پس اوس مرد
پیر نے کہا یا حضرت یہ کیونکر ہوسکتا
ہے جب کہ قضاء و قدر ہی ہمارے
سفر کا باعث ہے حضرت نے فرمایا!
اے شیخ ذرا سنبھل کیا تو قضاء و قدر
کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ ہمین خدا نے
مجبور کر دیا ہے اگر ایسا ہی ہوتا تو جزا
و سزا و خوشخبری اور ڈرانا اور کسی
امر کے فعل و ترک کا حکم دینا اور

وما بینہما باطلا ذلک ظن الذین کفروا فویل للذین کفروا من النار فقال الشیخ وما القضاء والقدر اللذان ما سرنا الا بہما فقال ہو الامر من اللہ والحکم من ذی الحکم ثم تلا قولہ تعالیٰ وقضیٰ ربک الا تعبد والا ایاہ پ ۱۵ ع ۱۳

گنہگار کی مذمت کرنا اور نیکوکار کی مدح کرنا اور نیکوکار کی مدح کو گنہگار کے مقابلہ مین فضل قرار دینا بالکل باطل ہوجاتا یاد رکھو کہ یہ بت پرستون کی باتین ہین اور تابعین شیطان و شاہدین باطل اور گمراہ لوگون کے یہ اقوال ہین اور یہی لوگ وہ ہین جو اس امت کے قدریہ اور مجوس ہین، یاد رکھو کہ خداوند عالم نے جو کچھ حکم (از قسم اوامر و نواہی) دیا ہی ہمین باختیار بنا کر دیا ہے اور جو کچھ تکلیف دی ہے نہایت آسان و سہل تکلیف دی ہی اور یہ جو اسکی اطاعت یا نافرمانی کی جاتی ہی بحالت جبر و اکراہ نہین کی جاتی ہے اور انبیاء و مرسلین کو اُس نے بندونکی طرف بیکار نہین بھیجا ہی اور نہ آسمان و زمین کو باطل پیدا کیا ہی اے شیخ یہ بُرے خیالات اُن لوگون کے ہین جنھون نے کفر اختیار کر لیا ہی پس کفار کے لئے جہنم مین نہایت سخت مقام ہی اُس مرد پیر نے عرض کی یا حضرت پھر اُس قضا و قدر کے کیا معنی ہین جسکی وجہ سے ہم نے سفر کیا حضرت نے فرمایا کہ اسکے معنی خدا کا (بندون کے افعال کے متعلق) امر فرمانا اور صاحب حکم کی طرف سے حکم کا

نازل ہوتا ہین پھر حضرت نے اسکی دلیل مین یہ آیت تلاوت فرمائی وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاہ پ ۱۵ ع ۳ یعنی تمھارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہو کہ اوسکے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔"

اس حدیث سے جو کتب اہلسنت سے نقل کی گئی ہی بالکل واضح ہوگیا کہ قضا و قدر الٰہی جو بندون کے افعال سے متعلق ہے اوس کے وہی معنی ہین جو فرقۂ شیعہ کا اعتقاد ہے۔ نیز خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے واما ثمود فهدینا هم فاستحبوا العمی علی الهدی پ ۲۴ ع ۱۶ یعنی ہم نے قوم ثمود کو ہدایت کی۔ مگر اُس قوم نے ہدایت کے مقابلہ مین گمراہی کو اختیار کر لیا اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا نے انھین ہدایت پر مجبور نہین کیا تھا ورنہ اسکے مجبور کر دینے کے بعد ناممکن تھا کہ وہ ہدایت کو چھوڑ کر ضلالت کو اختیار کر سکین پس معلوم ہوا کہ خدا اپنے احکام بندون کو بتا کر انھین با اختیار کر دیتا ہے عمل پر مجبور نہین کرتا ہی۔ نیز ارشاد فرماتا ہی۔

سیقول الذین اشرکوا لو شاء الله ما اشرکنا ولا اباؤنا ولا حرمنا من شیٔ کذلك کذب الذین من قبلهم حتی ذاقوا باسنا پ ۸ ع ۵۔

عنقریب مشرکین کہین گے کہ اگر خدا چاہتا تو ہم لوگ اور ہمارے باپ دادا شرک نہ کرتے اور نہ ہم کوئی چیز اپنے اوپر حرام کرتے اسی طرح کی باتین ان لوگون نے بھی بنا بنا کر

پیغمبرون کو جھٹلا دیا ہے جو ان سے پیشتر گذر چکے ہین یہانتک کہ ہمارے عذاب کے مزہ کو چکھا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا کی مشیت نے ہمین مجبور نہین کیا ہی کیونکہ جو لوگ اسکے قائل ہون اون کو خدا نے مشرک و کافر فرمایا ہے پس معلوم ہوا کہ ہم اپنے افعال مین با اختیار ہین خدا کی مشیت نے ہمین مجبور نہین کیا ہی

تولّا و تبرّا

بحکم خدا و رسول فرقہ شیعہ کا عقیدہ ہی کہ اہلبیت سے محبت اور اُنکے دشمنون سے بیزاری واجب ہی اور یہ منجملۂ لوازم ایمان ہی۔ اہلسنت بھی اس عقیدہ مین متحد ہین چنانچہ محبت اہلبیت کے متعلق امام شافعی فرماتے ہین ملاحظہ ہو نصائح کافیہ صفحہ ۱۸۷ و ینابیع المودۃ صفحہ ۲۹۹ وصواعق محرقہ صفحہ ۱۰۴ طبع مصر۔

یا اھلبیت رسول اللہ حبکم	اے اہلبیت رسول تمھاری محبت
فرض من اللہ فی القرآن انزلہ	خداوند عالم نے فرض کی ہی اور قرآن مین
کفاکم من عظیم القدر انکم	اسکو نازل فرمایا ہی تمھارے عظمت شان کی
من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ	یہ کافی دلیل ہی کہ جو تمپر درود نہ بھیجے

اسکی نماز صحیح نہین ہی اور تبرا کہ جسکے معنی بیزاری اور برأت کرنا ہین ہمین بھی دونو فرقے متحد ہین کیونکہ ہر مذہب مین جو کچھ عقائد و اعمال ہین اونکے خلاف

عقائد و اعمال سے بیزاری کرنا ضروری ہے اور اسلام کا کلمہ پہلے اس کی تعلیم دیتا ہے کیونکہ لا الہ الا اللہ (نہین ہر کوئی خدا سوائے اللہ کے) ہمین بتاتا ہر کہ تمام باطل خداؤن کا انکار کرو اور اُن سے برأت و بیزاری کرو اور حقیقی خدا کا اقرار کرو اسی ایک کلمہ مین تولا اور تبرا دونو جمع ہین تولا حقیقی خدا سے اور تبرا باطل خداؤن سے پس جب کلمۂ اسلام کی سرشت تولا و تبرا پر ہر تو کون ایسا مسلمان ہر جو اسکا انکار کرسکتا ہر۔

نیز قرآن مجید پارہ ۱۱ رکوع ۱۲ مین ارشاد ہوتا ہے۔

فلما تبین انہ عدو للہ تبرأ منہ ان ابراھیم لاواہ حلیم ٥۔

جب جناب ابراہیم کو معلوم ہوگیا کہ اونکا چچا آزر خدا کا دشمن ہر تو جناب ابراہیم نے تبرا کیا بیشک ابراہیم خدا کے خاص متقی و حلیم بندہ تھے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تبرا کرنا خدا کے خاص متقی بندون کا فعل ہر۔

نیز فتاوی شاہ عبدالعزیز دہلوی صفحہ ۱۸۴ مین ہر مردان علیہ اللعن را بد گفتن و بدل از او بیزار بودن خصوصاً در سلوکیکہ با حضرت حسنؑ و اہلبیت نمود و عداوت مستمرہ از ان بزرگوار در دل داشت از لوازم سنت و محبت اہلبیت است یعنی مردان ملعون کو برا کہنا اور اُس سے دلی نفرت و بیزاری کرنا سنت رسول اور محبت اہلبیت کے لوازم مین سے ہر خصوصاً اسکی وہ

بد سلوکیاں جو حضرت امام حسنؑ اور اہلبیت کے ساتھ کیا کرتا تھا اور ان بزرگوار سے قلبی عداوت رکھتا تھا ضرور قابل نفرین و بیزاری ہیں۔

نیز امام شافعی فرماتے ہین ملاحظہ ہو نصائح کافیہ صفحہ ۸۶ انیز ینابیع المودۃ صفحہ ۲۹۷

برئت الی المھیمن من اناس ؛
یرون الرفض حب الفاطمیۃ ؛
علی اٰل الرسول صلوٰۃ ربی ؛
و لعنتہ لتلک الجاھلیۃ ؛

ہین خدا کو شاہد کرکے ان لوگون سے برأت کرتا ہون جو اولاد فاطمہ کی محبت کو رفض رافضی ہونا خیال کرتے ہین اہلبیت رسول پر میرے پروردگار کی طرف سے درود و سلام ہو اور ان لوگون کی جاہلیت پر خدا کی لعنت ۔

نیز لعنت کرنا جس کے معنی دوری کے ہین اس مین بھی فریقین متحد ہین چنانچہ قرآن مجید پارہ ۲ رکوع ۳ مین ارشاد ہوتا ہے۔

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات و الھدیٰ من بعد ما بینٰہ للناس فی الکتاب اولٰئک یلعنھم اللہ و یلعنھم اللاعنون ۔

یعنی جو لوگ ہماری نازل کردہ دلیلون اور ہدایت کو باوجودیکہ کہ ہم نے کتاب مین بیان کردیا ہے چھپاتے ہین ایسے لوگون پر خدا اور دیگر تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہین ۔

نیز ملاحظہ ہو قرآن مجید پارہ ۲۲ رکوع ۴

ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا۔ جو لوگ خدا ورسول کو اذیت دیتے ہین اون پر خدا دنیا وآخرت مین لعنت کرتا ہے اور اُنکے لئے ذلیل کرنیوالا عذاب مہیا کر رکھا ہے اس آیت کے متعلق مشرب وردی صـ ۲۵۱ مین ہے کہ معاویہ یزید شمر عمر عاص عمر سعد سنان خولی وغیرہ پر لعنت کرنا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ ان لوگون نے خدا ورسول کو اذیت دی اسیوجہ سے امام احمد بن حنبل ان پر لعنت کے قائل ہین۔

نیز خود جناب سرور کائنات صلعم لعنت کیا کرتے تھے ملاحظہ ہو صحیح بخاری صـ ۹۵ جلد اول سطر ۱۲ مطبوعہ مصر و صحیح مسلم جلد اول صـ ۲۳۷ سطر ۱۱ مطبوعہ نولکشور نیز مشکوۃ شریف جلد اول صـ ۲۶۳ اور ترمذی شریف جلد اول صـ ۱۵۵ نیز صـ ۱۵۹۔

بحوالہ مشکوۃ شریف جلد اول صـ ۳۴ نیز آنحضرت نے مروان اور اُس کے باپ پر لعنت کی ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء صـ ۲۳ اور صحیح مسلم۔

نیز جناب ابوبکر لعنت کیا کرتے تھے ملاحظہ ہو ترمذی شریف و مشکوۃ شریف صـ ۴۲۴ جناب ابوبکر نے فرمایا کہ جو شخص کسی مومن کو نقصان پہونچائے یا اُسکے ساتھ فریب کرے وہ ملعون ہے۔ نیز جناب عمر نے خالد بن ولید پر لعنت کی

ملاحظہ ہو نصائح کافیہ صفحہ ۱۱ نیز صحیح بخاری جلد سوم صفحہ ۱۶۱ سطر ۲۳ مطبوعہ مصر

و سنن ابن ماجہ و مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۲ مین ہے کہ ملائکہ اوس عورت پر رات بھر

لعنت کرتے ہین کہ جس سے رات کو اوسکا شوہر اسکے انکار کی وجہ سے ناراض

ہو جائے یہی روایت صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۳۶۴ مطبوعہ نولکشور سطر ۱۰ مین بھی ہے

نیز تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۲ و صحیح مسلم صفحہ ۴۴۲ جلد اول سطر ۸ و ۱۲ مطبوعہ نولکشور

و صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۲۱ سطر ۳۱ مطبوعہ مصر مین ہے کہ جو شخص مدینہ والون

کو ڈرائے گا یا اون کی بے عزتی کرے گا یا کوئی حادثہ برپا کریگا یا حادثہ کرنے

والے کو پناہ دیگا۔ اوس پر خدا اور ملائکہ اور تمام لوگون کی لعنت ہے نیز تاریخ

روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۱۲ مین ہے کہ جناب ام المومنین عائشہ جناب

عثمان پر لعنت کرتی تھین اور فرمایا کرتی تھین لعن اللہ نعثلا قتل

اللہ نعثلا یعنی خدا اس لمبی ڈاڑھی والے پر لعنت کرے خدا اس لمبی ڈاڑھی

والے کو قتل کرے۔ نیز نصائح کافیہ صفحہ ۱۱ اور شرح فقہ اکبر صفحہ ۴۳ مین ہے کہ

امام ابو حنیفہ نے عمرو بن عبید پر لعنت کی نیز فتاوی عبد العزیز صفحہ ۱۹۳ مین ہے کہ مردان

پر لعنت کرنا سنت رسول اور محبت اہلبیت کے لوازم مین سے ہے کیونکہ فرائض ایمان

مین داخل ہے۔

نبوت

فرقہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہین یعنی اول عمر سے

آخر عمر تک گناہ کبیرہ وصغیرہ سے عمداً وسہواً پاک ہیں کیونکہ اگر ان میں خطاو گناہ کا اندیشہ ہوگا تو اون کی لائی ہوئی شریعت پر اطمینان ویقین حاصل نہیں ہوگا۔ اہلسنت بھی قریب قریب اس عقیدہ میں متحد ہیں انبیاء علیہم السلام کو معصوم کہتے ہیں مگر کسی قدر فرق ہے جو شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۰۲ میں مذکور ہے ملاحظہ ہو۔

انھم معصومون عن الکفر قبل الوحی وبعدہ بالاجماع وکذا عن تعمد الکبائر عند الجمھور واما سھوا فجوزہ الاکثرون واما الصغائر فیجوز عند الجمھور ویجوز سھوا بالاتفاق۔

یعنی انبیاء علیہم السلام قبل وحی وبعد وحی کفر سے تو باجماع معصوم ہیں اسی طرح عمداً گناہ کبیرہ سے جمہور کے نزدیک معصوم ہیں مگر سہواً اکثر کے نزدیک معصوم نہیں ہیں اور عمداً گناہ صغیرہ سے جمہور معصوم نہیں سمجھتے ہیں اور گناہ صغیرہ سہواً ہوجانا بالاتفاق درست ہے اس سے معصوم ہونا لازم نہیں ہے۔

امامت

فرقہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ بعد حضرت ختمی مرتبت من جانب اللہ بارہ خلیفہ ہیں جن کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں علی بن ابی طالب؏ حسن؏ بن علی حسین؏

بن علیؑ زین العابدینؑ محمد باقرؑ جعفر صادقؑ موسی کاظمؑ علی رضاؑ محمد تقیؑ علی نقیؑ حسن عسکریؑ حجۃ ابن الحسن مہدی آخر الزمان عجل اللہ فرجہٗ۔

حضرات اہلسنت بھی بارہ خلفاء و امراء کے قائل ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری جلد ۴ سطر ۸ مطبوعہ مصر ص ۱۵۳ صحیح مسلم ص ۱۱۹ جلد دوم مطبوعہ نولکشور سطر ۲۰ ترمذی شریف ص ۱۱۳ مودۃ القربیٰ ص ۵۶ ینابیع المودہ ص ۴۴۴ میں یہ حدیث موجود ہے۔

یکون بعدی اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہونگے اور سب کے سب قریش ہونگے اور بروایت مودۃ القربیٰ کے سب بنی ہاشم ہوں گے۔

ان بارہ خلفاء کے اسمائے گرامی کتاب مناقب خوارزمی میں واثلہ بن اسقع سے منقول ہیں حضرت علامہ شیخ سلیمان قندوزی حنفی نقشبندی اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اخبرنی یا رسول اللہ عن اوصیاءک من بعدک لاتمسک بھم قال اوصیائی الاثنا عشر قال جندل ھکذا

جندل نے جناب رسالتمآبؐ سے پوچھا کہ مجھے آپ اپنے خلیفہ اور وصی بتائیے جو آپ کے بعد ہونگے تاکہ میں ان سے تمسک کروں آنحضرتؐ

وجدنا فی التوراۃ و قال
یا رسول اللہ سمھم لی
فقال اولھم سید الاوصیاء
ابو الائمۃ علی ثم ابناہ الحسن
والحسین فاستمسک بھم و
لا یغرنک جھل الجاھلین فاذا
ولد علی بن الحسین زین العابدین
یقضی اللہ علیک و یکون اٰخر
زادک من الدنیا شربۃ لبن
تشربہ فقال جندل وجدنا
فی التوراۃ و فی کتب الانبیاء
ایلیا و شبرا و شبیرا فھذہ
اسم علی والحسن والحسین فمن
بعد الحسن وما اسامیھم
قال اذا انقضت مدۃ الحسین
فالامام ابنہ علی یلقب بزین العابدین
فبعدہ ابنہ محمد یلقب بالباقر

نے فرمایا کہ میرے وصی خلیفہ بارہ ہونگے
جندل نے کہا کہ ہم نے توریت مین بھی
ایسا ہی پایا ہے یا رسول اللہ اُنکے
نام بھی بتا دیجیے پس آنحضرت نے
فرمایا کہ اول اون مین سردار اوصیاء
ابو الائمہ علیؑ ہین پھر اُنکے دو فرزند
حسنؑ اور حسینؑ ہین تم اُن سے تمسک
کرنا کہین ایسا نہو کہ جاہلون کی جہالت
تمھین دہوکے مین ڈالدے پس
جب تمھارے سامنے حسینؑ کے فرزند
علی زین العابدین کی ولادت ہوجائیگی
تب خدا تمھین دنیا سے اٹھائے گا
اور تمھارا آخری زاد دنیا دودہ کا
ایک پیالہ ہوگا جس کو پیکر تم مروگے
پس جندل نے کہا کہ ہم نے توریت مین
اور دیگر کتب انبیا مین علی کا نام ایلیا
اور حسنؑ کا نام شبر اور حسینؑ کا نام شبیرؑ

فبعدہ ابنہ جعفر یلقب
بالصادق فبعدہ ابنہ موسیٰ
یدعی بالکاظم فبعدہ ابنہ
علی یدعی بالرضا فبعدہ ابنہ
محمد یدعی بالتقی والزکی فبعدہ
ابنہ علی یدعی بالنقی الھادی
فبعدہ ابنہ الحسن یدعی
بالعسکری فبعدہ ابنہ محمد
یدعی بالمھدی والقائم و
الحجۃ فیغیب ویخرج فاذا خرج
یملاء الارض قسطا وعدلا
کما ملئت ظلما وجورا طوبی
للمقیمین علی محبتھم اولئک
الذین وصفھم اللہ فی
کتابہ قال ھدی للمتقین
الذین یومنون بالغیب
وقال تعالیٰ اولئک

دیکھا ہے اچھا تو حسینؑ کے بعد آپ کے
وصی کون ہونگے اُن کے نام بھی
بتا دیجئے آنحضرت نے فرمایا کہ جب
حسینؑ کی مدت گذر جائے گی تو انکے
فرزند علی امام ہونگے جنکا لقب زین العابدین
ہوگا اور اُنکے بعد اُنکے فرزند محمد باقر
پھر اُنکے بعد اُنکے فرزند جعفر صادق
پھر اُنکے بعد اُنکے فرزند موسیٰ کاظم
پھر اُنکے بعد اُنکے فرزند علی رضا
اور اُنکے بعد اُنکے فرزند محمد تقی زکی اور
اُنکے بعد اُنکے فرزند علی نقی ہادی
اور اون کے بعد اُنکے فرزند حسن عسکری
اور اُنکے بعد اُنکے فرزند محمد ہونگے
جنکا لقب مہدی و قائم و حجت ہوگا
یہ پوشیدہ رہیں گے پس جب ظاہر
ہونگے تو زمین کو عدل و انصاف سے
بھر دینگے جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے

حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم الفائزون۔

بھر چکی ہوگی خوشا بحال ان کے محبت پر قائم رہنے والوں کا بھی

محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے اس طرح یاد کیا ہے۔

ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب پ۱ رکوع ۱

یعنی یہ قرآن ان پرہیزگار لوگوں کے لئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان

لاتے ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ یہی لوگ خدائی گروہ ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ خدائی گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔

روایت مذکورہ کو حضرت علامہ محمد ابن ابراہیم حمدینی شافعی نے بھی باختلاف راوی وسائل بیان کیا ہے ملاحظہ ہو فرائد السمطین بحوالہ ینابیع المودۃ ص۴۴۹ نیز جناب علامہ سلیمان اسی کتاب کے ص۴۸۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ جب امام عصر حضرت مہدی آخر الزمان علیہ السلام ظہور فرمائینگے تو عیسیٰ بن مریم زمین پر نازل ہونگے اور امام کے پیچھے نماز پڑھینگے اسوقت زمین نور جبین سے روشن ہو جائیگی اور حضرت کی حکومت شرق و غرب عالم میں عام ہوگی۔ نیز صحیح بخاری جلد دوم ص۱۶۴ سطر ۲۲ مطبوعہ مصر باب نزول عیسیٰ بن مریم میں ہے۔

ان ابا ھریرۃ قال قال رسول اللہ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم

ترجمہ۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اوس وقت تمھاری کیا حالت

وامامکم منکم۔ | ہوگی جب عیسیٰ بن مریم نازل ہونگے

اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔

حیات حضرت حجتؑ

فرقہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ بارہوین امام حضرت مہدی آخر الزمان علیہ السلام زندہ ہین لیکن ہماری نظرون سے بمصلحت خدا پوشیدہ ہین۔

اہلسنت بھی اس عقیدہ مین متحد ہین چنانچہ حضرت قطب ربانی۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب الیواقیت والجواہر ص۱۲۷ جلد دوم بحث ۶۵ مین تحریر فرماتے ہین جس کو ینابیع المودۃ ص۴۷ پر بھی نقل کیا گیا ہے۔

المہدی من ولد الامام الحسن العسکری ومولدہ لیلۃ النصف من شعبان سنۃ خمس وخمسین ومائتین وہو باق الی ان یجتمع بعیسی بن مریم فیکون عمرہ الی وقتنا ھذا وہو سنۃ ثمان وخمسین وتسعمائۃ سبعمأۃ

حضرت امام مہدی امام حسن عسکری کے فرزند جو پندرھوین شعبان ۲۵۵ھ کو پیدا ہوئے اور وہ باقی رہین گے یہانتک کہ عیسیٰ بن مریم سے ملاقات ہو لیس اس حساب سے ہمارے وقت یعنی ۹۵۸ھ ہجری تک آپ کی عمر شریف سات سوتین برس

سنتہ وثلث سنین۔ | کی ہوئی۔

نیز حضرت علامہ سبط ابن جوزی شمس الدین یوسف حنفی اپنی کتاب تذکرہ خواص الائمہ مین تحریر فرماتے ہین۔

محمد بن الحسن العسکری کنیتہ ابو عبد اللہ وابو القاسم وھو الخلف الحجۃ صاحب الزمان القائم المنتظر الباقی۔

ترجمہ۔ امام حسن عسکری کے فرزند جنکا نام محمد ہے اور کنیت ابو عبد اللہ اور ابو القاسم ہے اون کے القاب الخلف الحجۃ صاحب الزمان قائم منتظر باقی ہین۔

نیز حضرت علامہ محدث فقیہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن محمد شافعی اپنی کتاب البیان کے باب ۲۰ مین تحریر فرماتے ہین۔

ان المھدی ولد الحسن العسکری فھو حی موجود باق منذ غیبتہ الی الان ولا امتناع فی بقائہ بدلیل بقاء عیسی والخضر والیاس علیھم السلام۔

حضرت مہدی فرزند امام حسن عسکری زندہ ہین موجود ہین اور اپنی غیبت سے اتبک باقی ہین اور آپکی بقا ناممکن نہین ہے دلیل اسکی یہ ہے کہ جناب عیسی اور خضر اور الیاس علیہم السلام بھی موجود ہین۔

ترمذی شریف صہ۱۱ مین ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دنیا باقی رہے گی

یہان تک کہ میرے اہلبیت ہین سے میر اہتمام ظاہر ہو نیز حضرت شیخ المشائخ العظام جناب شیخ الاسلام احمد جامی اور حضرت شمس الدین تبریزی اور حضرت جلال الدین مولانا رومی اور حضرت سید نعمت اللہ ولی وغیرہم نے تحریر فرمایا ہے کہ صاحب الزمان حضرت مہدی زندہ و موجود و باقی ہین۔

اگر مین ان اقوال کو جمع کرون تو بہت طویل کتاب ہوجائے گی لہذا حوالہ بتائے دیتا ہون جن صاحب کا دل چاہے ملاحظہ فرمالین ینابیع المودۃ ص ۴۷۲۔

عید غدیر

شیعہ ۱۸ ذی الحجہ کو عید سمجھتے ہین اس روز روزہ رکھتے ہین کیونکہ اس تاریخ مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا ہے اور اسی دن آیہ اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی پ ۶ رکوع ۵ الآیہ نازل ہوا ہے۔ اہلسنت کے یہان بھی یہ تمام باتین موجود ہین چنانچہ تفسیر در منثور جلد دوم ص ۲۵۹ مین ابوہریرہ سے منقول ہے۔

قال لما کان یوم غدیر خم وھو یوم ثمانی عشر من ذیحجۃ قال النبی صلعم من کنت مولاہ فعلی

یعنی جب اٹھارہ ذی الحجہ کو غدیر خم کا روز تھا تو پیغمبر صلعم نے فرمایا مین جس کا مولا ہون اسکے علی مولا ہین پس نور ا

مولاہ فانزل اللہ الیوم اکملت لکم دینکم الایۃ ورضیت لکم الاسلام دینا۔

یہ آیت نازل ہوئی کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔

نیز تفسیر در منثور صفحہ ۲۵۸ جلد دوم میں ہے۔

عن ابی العالیۃ قال کانوا عند عمر فذکروا ھذہ الایۃ فقال رجل من اھل الکتاب لو علمنا ای یوم نزلت ھذہ الایۃ لاتخذ ناہ عیدا فقال عمر الحمد للہ الذی جعلہ لنا عیدا

ابو العالیہ سے مروی ہے کہ لوگ جناب عمر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اہل کتاب میں سے ایک شخص نے کہا کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ آیہ اکملت لکم دینکم الآیہ کس دن نازل ہوا ہے تو ہم ضرور اوس دن کو عید مناتے پس حضرت عمر نے جواب دیا کہ خدا کی عنایت کا شکر کہ اسنے یہ دن یعنی ۱۸ ذی الحجہ ہم مسلمانون کے لئے عید مقرر کیا ہی نیز صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۵۳ سطر ۴ مطبوعہ مصر مین عید غدیر کا ذکر ہے اس روز روزہ رکھنا بھی ثواب عظیم ہی چنانچہ مودۃ القربی صفحہ ۳۱ مین ہی۔

من صام یوم الثامن عشر من ذیحجۃ کان لہ کصیام ستین شھرا وھو الیوم الذی اخذ

جو شخص ۱۸ ذی الحجہ کو روزہ رکھے تو اوسکو ساٹھ ماہ کے روزہ رکھنے کے برابر ثواب ملے گا یہ وہ دن ہی کہ پیغمبر صلعم نے

فیہ رسول اللہ صلعم بید علی فی غدیر خم فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔	نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کے غدیر خم میں بلند کیا اور فرمایا جس کا میں مولا ہوں اوس کے علی بھی مولا ہیں۔

نیز سر العالمین امام غزالی صٓ ۹ میں ہے کہ حدیث غدیر متفق علیہ ہے جب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں جس کا مولا ہوں اوس کے علی بھی مولا ہیں تو تمام حاضرین نے علی کے حاکم ہونے کو برضا و رغبت تسلیم کر لیا اور جناب عمر نے مبارکباد بھی ادا کی لیکن اسکے بعد خواہشات نفسانی کا غلبہ ہوا اور حدیث رسول کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ انتہیٰ موضع الحاجۃ

اجماع

فرقہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ اجماع مسئلہ خلافت و امامت میں صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ خدائی عہدہ ہے وہ جس کو چاہے منتخب کرے لہذا ہمارا بنایا ہوا خلیفہ باطل ہے۔

اہلسنت اس عقیدہ میں بھی متحد ہیں چنانچہ جناب عمر بن خطاب نے حضرت ابوبکر کی بیعت کو جو اجماع سے ہوئی تھی شر فرمایا ہے خیر نہیں کہا ہے ملاحظہ ہو صحیح بخاری جلد ۴ سطر ۱۶ صٓ ۱۱۱ مطبوعہ مصر تاریخ الخلفاء صٓ ۶۳ ملل و نحل صٓ ۔ نیز صواعق محرقہ ابن حجر مکی صٓ ۵ مطبوعہ مصر۔

قال عمران بیعة ابی بکر کانت فلتة وقی اللہ شرھا فمن عاد الی مثلھا فاقتلوہ۔

جناب عمر بن خطاب نے فرمایا کہ ابوبکر کی بیعت اتفاقی اور بے سوچے سمجھے ہو گئی خدا نے اوس کے شر سے محفوظ رکھا اگر اب کوئی ایسا کرے تو اوسکو قتل کر ڈالو علامہ طبری نے بھی اس واقعہ کو اپنی تاریخ مین لکھا ہے۔

معلوم ہوا کہ جناب عمر اسکو شر سمجھتے تھے اور ایسا شر سمجھتے تھے کہ اُس پر قتل کا حکم دیدیا تھا اگر یہ خیر کی بات ہوتی تو کبھی ایسا سخت حکم نہ دیتے اور نہ لفظ شر سے یاد فرماتے۔

اسکے علاوہ خود جناب ابوبکر نے ارشاد فرمایا ہے کہ مین خلیفہ نہین ہون بلکہ خالفہ ہون کیونکہ جانتے تھے کہ اجماع صحیح نہین ہے ورنہ اگر اجماع صحیح ہوتا تو آپ خلیفہ ہونے سے انکار نہ فرماتے معلوم ہوا کہ اجماع اون کی نظر مین باطل تھا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

مجمع بحار الانوار علامہ محمد طاہر گجراتی صفحہ ۳۷ جلد اول نولکشور۔

الصدیق قال لہ اعرابی انت خلیفة النبی صلعم فقال لا انا الخالفة والخالفة من لاغناء عندہ ولا خیر فیہ

جناب ابوبکر صدیق سے ایک اعرابی نے پوچھا کہ آپ کیا خلیفہ رسولؐ ہین تو ابوبکر نے جواب دیا نہین مین خلیفۂ رسول نہین بلکہ مین خالفہ ہون

والخلیفۃ تقوم مقام الذاھب	اور خالفہ اسکو کہتے ہین کہ جس سے

لوگ اپنی ضروریات پوری نہ کر سکین اور نہ اسمین خیر و برکت ہو اور خلیف کے معنی قائمقام ہین۔

اس روایت کو جناب علامہ ابن اثیر جزری نے بھی اپنی کتاب نہایہ مین لفظ خلف کی تحقیق مین بیان کیا ہی ملاحظہ ہو۔

فی حدیث ابی بکر جاءہ اعرابی	حدیث ابو بکر مین ہی کہ ایک اعرابی
فقال انت خلیفۃ رسول اللّٰہ	انکے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ رسول اللہ
فقال لا فقال فما انت قال	کے خلیفہ ہین جناب ابو بکر نے جواب دیا کہ
انا الخالفۃ۔	نہین مین خلیفہ رسول نہین ہون اسنے

پوچھا کہ پھر آپ کیا ہین آپنے فرمایا کہ مین خالفہ ہون۔ اور خالفہ اوسکو کہتے ہین جس مین خیر و برکت نہو۔ نیز ملاحظہ ہو کنز العمال جلد ۶ صہ ۳۲۲

اور دراسات اللبیب صف ۲۴۹ مین مذکور ہی لا اجماع بمخالفۃ اھل البیت یعنی اہلبیت کی مخالفت کیساتھ جو اجماع ہو وہ باطل و کالعدم ہی۔

فدک

فدک کو فرقہ شیعہ حق فاطمہ زہرا صلوات اللّٰہ علیہا سمجھتا ہی کیونکہ حضرت رسول اللّٰہ صلعم نے اپنی زندگی مین بحکم خدا فاطمہ زہرا کو دیدیا تھا نہ بانہ خلافت

ابو بکر مین فاطمہ سے لے لیا گیا لیکن اپنی غلطی پر مطلع ہو کر جناب ابو بکر نے واپس کیا اور ایک تحریر واپسی بھی لکھکر فاطمہ زہرا کو دیدی مگر جناب عمر نے اوس تحریر کو چاک کر ڈالا اور فدک کو فاطمہ تک نہین پہونچنے دیا جس کا صدمہ فاطمہ زہرا کو مرتے دم تک رہا اور ہر دو صاحبان سے ناراض ہو کر دنیا سے رحلت فرمائی اور دونون مین سے کسی ایک سے بھی مدت العمر بات نہین کی اہلسنت اس عقیدہ مین بھی متحد ہین چنانچہ جناب امام معتزلی شرح نہج البلاغہ جزو ۱۶ جلد دوم صـ ۳۰۷ مین تحریر فرماتے ہین کہ فاطمہ اپنے دعوے مین سچی تھین درحقیقت فدک اونھین کا حق تھا مگر جناب ابو بکر اس لیے نہین دیتے تھے کہ آج تو فاطمہ فدک کا دعویٰ کر رہی ہین اور گواہ پیش کر رہی ہین کہین کل ایسا نہ ہو کہ اپنے شوہر علی بن ابی طالبؑ کی خلافت کو طلب کرنے لگین۔

نیز جناب علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر در منثور جلد ۴ صـ ۱۷۷ مین تحریر فرماتے ہین۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال لما نزلت ھذہ الآیۃ وات ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ واعطاھا فدک	ابو سعید خدری بیان کرتے ہین کہ جب آیہ وات ذا القربی حقہ نازل ہوا یعنی اے رسول صاحبان قرابت کا حق ادا کر دو تو آنحضرت

نے فاطمہ زہرا کو بلایا اور فدک اُن کے حوالہ کر دیا۔

تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم صہ ۳۷۷ اور معارج النبوۃ رکن ۴ صہ ۲۲۱ مین بھی
یہ روایت موجود ہے کہ آیۂ مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت نے فاطمہ کو
فدک دیدیا اور ایک تحریری تصدیق نامہ بھی دیدیا۔

نیز شرح مواقف صہ ۷۳۵ مین ہے انہ صلعم نحلها ای اعطاها فدك
نحلة ای عطیة یعنی آنحضرت نے فاطمہ زہرا کو فدک بطور عطیہ عنایت فرمایا
نیز صواعق محرقہ صہ ۲۱ وکنز العمال جلد ۲ صہ ۱۵۸ ومستدرک حاکم صہ ۱۸۰ وفتاوی
شاہ عبد العزیز دہلوی صہ ۱۴۳ وتاریخ ابو الفداء جلد اول صہ ۱۴۰ مین بھی ہے
جب حضرت رسالتمآب کا انتقال ہو گیا تو غلطی سے فدک فاطمہ زہرا سے
لے لیا گیا۔ مگر جب فاطمہ نے رسول اللہ کا نوشتہ پیش کیا اور دعوی کیا کہ یہ میرا
مال ہے اور گواہیان بھی پیش کین اور قرآن مجید کے آیات سے اپنا حق ثابت
کر دیا تو جناب ابو بکر نے ایک تحریر واپسی لکھکر فدک واپس کر دیا لیکن جناب
عمر نے اوس تحریر کو چاک کر ڈالا چنانچہ سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صہ ۴۰۰ مین ہے۔

وفی علام سبط ابن جوزی رحمہ
اللہ انہ رضی اللہ عنہ کتب لها
بفدك ودخل علیہ عمر رضی اللہ
عنہ فقال ما هذا فقال کتاب
کتبتہ لفاطمة بمیراثها من

سبط ابن جوزی کے کلمات مین
پایا جاتا ہے کہ جناب ابوبکر رضی اللہ
عنہ نے فاطمہ کے لئے ایک تحریر
واپسی فدک لکھدی پس جناب عمر
رضی اللہ عنہ آموجود ہوئے اور جناب

ابیھا فقال مماذا تنفق علی المسلمین وقد حاربتک العرب کما تری ثم اخذ عمر الکتاب فشقہ۔

ابو بکر سے کہنے لگے کہ یہ کیا لکھا ہے؟ انھوں نے کہا کہ یہ ایک تحریر فاطمہ کے لئے لکھدی ہے کہ فدک مال فاطمہ ہے۔ جو اُنکے باپ کی طرف سے اُنھین ملا ہے پس جناب عمر نے کہا کہ تم دیکھتے نہین ہو کہ عرب تم سے جنگ پر آمادہ ہین لشکر کا خرچ کہان سے لاؤ گے یہ کہکر اوس تحریر کو لیا اور چاک کر دیا۔ امام معتزلی نے بھی اس روایت کو شرح نہج البلاغہ جلد دوم ص ۳۰۵ پر دو طریقہ سے نقل کیا ہے بلکہ اُس مین اسقدر زائد ہے کہ عمر نے اوس تحریر کو چاک بھی کیا اور اوس پر تھوکا بھی۔ حبیب السیر مین بھی یہ واقعہ موجود ہے۔ فدک کی آراضی کے متعلق یاقوت حموی نے معجم البلدان مین لکھا ہے کہ بہت زرخیز تھی کیونکہ بہت سے چشمون سے سیراب ہوتی تھی اور اُس مین نخلستان بہت تھے۔

اور ابو داؤد نے کتاب الخراج مین فدک کی سالانہ آمدنی چالیس ہزار دینار لکھی ہے اور دینار بحساب ہندوستان ۳ ماشہ ۲ رتی اور ۲ خمس رتی سونا ہوتا ہے۔

جناب فاطمہ زہرا تا حیات جناب ابو بکر و جناب عمر سے ناراض رہین چنانچہ صحیح بخاری جلد دوم ص ۱۲۰ سطر ۱۹ مطبوعہ مصر باب فرض الخمس اور الامامۃ والسیاسۃ جلد اول ص ۱۴ مطبوعہ مصر مین مذکور ہے کہ جناب فاطمہ

تاحیات آنسے ناراض رہین اور دنیا سے یہ کہکر اٹھین کہ مین اپنے والد بزرگوار سے اسکا شکوہ کرونگی اور خدا و ملائکہ کو اپنی ناراضی پر گواہ کرتی ہون۔

تقیہ

شیعہ تقیہ کو درست سمجھتے ہین اور آن کا یہ عقیدہ ہے کہ حکم تقیہ قیامت تک باقی رہیگا حضرات اہلسنت بھی اس مسئلہ مین متحد ہین۔ چنانچہ صحیح بخاری کتاب الاکراہ مطبوعہ مصر جلد ۴ ص ۱۲۳ سطر ۲۰ مین ہے کہ۔

قال الله تعالی الا ان تتقوا منھم تقٰة پ ۳ - ۱۱ ع وھی التقیة وقال الحسن التقیة الی یوم القیمة	قرآن مجید کی جو یہ آیت پارہ ۳ رکوع ۱۱ مین ہے کہ کفار کو اپنا سرپرست نہ بناؤ لیکن ہان اپنے بچاؤ کے لئے ایسا کرو

تو کوئی مضائقہ نہین ہے اس آیت مین لفظ تقٰة سے مراد اور اسکے معنی تقیہ ہین اور حسن بصری نے کہا ہے کہ تقیہ قیامت تک جائز ہے۔ اور حاشیہ صحیح بخاری جلد ۴ ص ۱۲۳ مطبوعہ مصر سطر ۳۴ مین ہے۔

قولہ التقیة الی یوم القیمة ای ثابتة الی یوم القیمة لا تختص بعھد رسول الله صلی الله علیه وسلم۔	بخاری مین جو یہ قول ہے کہ تقیہ قیامت تک ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک باقی رہیگا زمانہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ مخصوص نہین ہے۔

اور تفسیر امام فخر الدین رازی جلد دوم ص۴۲۹ مین ہے۔

روی عوف عن حسن البصری انہ قال التقیة جائزة للمومنین الی یوم القیامة۔

عوف نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ تقیہ کرنا مومنین کے لئے قیامت تک جائز ہے۔

خود امام رازی لکھتے ہین کہ یہ قول حق ہے کیونکہ اپنے نفس سے ضرر کا دفع کرنا بقدر امکان واجب ہے۔

تفسیر بیضاوی ص۵۳۴ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ مین بھی اسکی تصریح ہے نیز واقعہ جناب عمار یاسر صحابی رسول اللہ تقیہ کو بالکل صاف طور سے ثابت کرتا ہے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۵ ص۳۵۵۔

اما عمار فقد اعطاھم ما ارادوا بلسانہ مکرھا فقیل یا رسول اللہ ان عمارا کفر فقال کلا ان عمارا ملئ ایمانا من قرنہ الی قدمہ واختلط الایمان بلحمہ ودمہ فاتی عمار رسول اللہ وھو یبکی فجعل رسول اللہ یمسح عینیہ وھو یقول مالک ان عادوا فعدلھم بما قلت۔

جبکہ مشرکین عرب نے عمار اور اُن کے والدین کو کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا اور عمار کے والدین کو کلمۂ کفر نہ کہنے کی وجہ سے قتل کر ڈالا تو اوسوقت عمار نے اپنی جان بچانے کے لئے اپنی زبان سے وہ بات کہدی جس کا مشرکین نے ارادہ کیا تھا اس لئے کہ اس حالت مین مشرکین اُن پر جبر و تشدد کر رہے تھے بس کسی نے

کہا یارسول اللہ عمار تو کافر ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہرگز نہیں عمار تو وہ شخص ہے کہ جو سر سے قدم تک ایمان سے مملو ہے اور اسکے گوشت و خون میں ایمان محفوظ ہے پس عمار روتے ہوئے خدمت رسولؐ میں حاضر ہوئے رسول اللہؐ نے اُن کے آنسو پونچھے اور فرمایا کہ عمار تمھیں کیا اندیشہ ہے؟ اگر وہ لوگ پھر تمھیں مجبور کریں اور یہی بات کہلا ہیں جو تم کہہ چکے ہو تو پھر کہدینا"۔ اسکے علاوہ جبر و تشدد کے وقت کلمۂ کفر ہی کہنے کی اجازت نہیں بلکہ سور اور مردار کا گوشت کھانا اور شراب پینا واجب قرار دیا گیا ہے چنانچہ تفسیر کبیر جلد ۵ صـ۳۵۶ مین ہے۔

اعلم ان للاکراہ مراتب احدھا ان یجب الفعل المکرہ علیہ مثل ما اکرہ علی شرب الخمر واکل لحم الخنزیر واکل المیتۃ فاذا اکرھہ علیہ بالسیف فھنا یجب الاکل وذلک لان صون الروح عن الفوات واجب ولا سبیل الیہ فی ھذہ الصورۃ الا بھذا الاکل۔

یاد رکھو کہ مجبوری کے کئی درجے ہین ان مین سے ایک درجہ یہ ہے کہ وہ کام جس پر سختی کی جائے واجب ہو جاتا ہے مثلاً کوئی شخص کسی کو شراب پینے پر مجبور کرے اور سور اور مردار کا گوشت کھانے کے لئے سختی کرے اور تلوار کے ذریعہ سے جبر کرے تو اس وقت سور اور مردار کا گوشت کھانا اور شراب کا پینا واجب ہے کیونکہ روح کو فوت ہو جانے سے بچانا لازم ہے اور ایسی صورت مین جان بچانے کا طریقہ یہی ہے کہ شراب پی لیجائے اور گوشت خنزیر اور

مردار کھالیا جائے۔

متعہ

متعہ کو شیعہ جائز سمجھتے ہیں حضرات اہلسنت کے روایات واقوال بھی اس مسئلہ میں متحد ملتے ہیں چنانچہ صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۵۲ سطر ۳۲ میں ہے:-

عن ابی خمرۃ قال سمعت ابن عباس سئل عن متعۃ النساء فرخص لہ۔

ابوخمرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن عباس سے میرے سامنے متعہ کا مسئلہ پوچھا پس انھوں نے کہا جائز ہے۔

اور صحیح مسلم جلد اول مطبوعہ نولکشور صفحہ ۴۵۱ سطر ۲ میں

عن عطاء قال قدم جابر بن عبد اللہ معتمراً فجئناہ فی منزلہ فسالہ القوم عن اشیاء ثم ذکروا المتعۃ فقال نعم استمتعنا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعن ابی زبیر

عطاء سے مروی ہے کہ جابر بن عبد اللہ صحابی رسول اللہ عمرہ ادا کرنے کیلئے مکہ میں آئے تو ہم لوگ ان کی قیامگاہ پر گئے حاضرین نے متعہ کے بارے میں پوچھا جابر نے کہا کہ ہم لوگوں نے زمانہ آنحضرتؐ اور زمانہ ابوبکر اور

قال سمعت جابر بن عبد اللہ
یقول کنا نستمتع بالقبضة من
التمر والدقیق الایام علی عهد
رسول اللہ وابی بکر حتی نهی
عنه عمر فی شان عمرو بن
حریث۔

زمانہ عمر میں برابر متعہ کئے ہیں اور
ابوزبیر سے مروی ہے وہ کہتے
ہیں کہ میں نے جابر کو یہ کہتے ہوئے
سنا کہ ہم زمانہ آنحضرتؐ اور زمانہ
ابوبکر میں ایک مٹھی خرما اور ستو
کے مہر پر متعہ کرتے تھے یہاں تک کہ
عمرو بن حریث کے معاملہ میں جناب عمر نے متعہ کو حرام کر دیا۔

اور علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں۔

ذهب ابن عباس الی اجازتها
واختلف عنه فی ذلك وعلیه
اکثر اصحابه وایضاً عن ابی سعید
الخدری وجابر بن عبد اللہ
قال تمتعنا الی نصف من
خلافة عمر رضی اللہ عنه

ابن عباس متعہ کو جائز سمجھتے تھے
اونھوں نے کبھی اسکے خلاف نہیں
کہا اور جابر بن عبد اللہ اور ابو سعید
خدری کہتے ہیں کہ ہم جناب عمر رضی اللہ
عنہ کی خلافت کے نصف زمانہ تک
برابر متعہ کرتے رہے۔

نیز تفسیر در منثور جلد ۲ ص ۱۴۱ مطبوع مصر میں ہے۔

عن ابن عباس قال یرحم اللہ
عمر ما کانت المتعة الا رحمة

ابن عباس کہتے ہیں کہ متعہ خدا کی طرف
سے ایک رحمت تھا جسکو خدا نے امت

من اللہ رحم بہا امة محمد ولولا
نہیہ عنہا ما احتاج الی الزنا
الا شقی قال وھی التی فی سورة
النساء فما استمتعتم بہ منھن
فاتوھن اجورھن فریضة۔

محمدیہ کے ساتھ مخصوص کیا تھا اگر
عمر اس سے لوگون کو نہ روکتے تو
سوائے شقی کے کوئی زنا نہ کرتا
اور یہ متعہ وہی ہے جو قرآن مین
ثابت ہے اور وہ آیت سورہ

نسا مین ہے۔ فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضة جن عورتون سے تم نے متعہ کیا ہے اور جو مہر معین کیا ہے وہ اُنکو دیدو۔

نیز اسی تفسیر در منثور جلد ۲ صہ ۱۴۰ مطبوع مصر سطر ۳۴ مین ہے کہ یہ آیہ متعہ منسوخ نہین ہے اور اسکو عبد الرزاق اور ابو داؤد اور ابن جریر نے بھی لکھا ہے۔

ترمذی شریف مطبوعہ احمدی میرٹھ صہ ۱۰۷ سطر ۲۷ اور شرح موطائے امام مالک صہ ۱۸۳ مین ہے کہ عبد اللہ فرزند جناب عمر متعہ کو حلال جانتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مین رسول اللہ کے حکم پر عمل کرونگا اور اپنے باپ کے حکم پر عمل نہین کرونگا۔

اور صحیح بخاری جلد ۳ صہ ۶۶ سطر ۳۰ کتاب التفسیر سورہ بقر مطبوعہ مصر مین ہے

عن عمران بن حصین قال نزلت
آیة المتعة فی کتاب اللہ ففعلناھا

عمران بن حصین نے کہا کہ متعہ کی آیت
قرآن مین نازل ہوئی ہے پس ہم نے

مع رسول اللہ صلعم ولم	اوس پر آنحضرتؐ کے ہمراہ عمل کیا ہے
ینزل قران یحرم ولم ینہ عنہا	اور اسکے بعد کوئی آیت منعہ کے
حتی مات قال رجل برأیہ	حرام ہونے کے متعلق نازل نہین
ماشاء قال محمد یقال انہ عمر	ہوئی اور نہ رسول اللہ صلعم نے منع کیا

یہانتک کہ انتقال فرما گئے اب ایک شخص اپنی رائے سے جو چاہتا ہے کہتا ہے محمد نے کہا ہے کہ یہ کہنے والا شخص جناب عمر بتائے گئے ہین یہی روایت صحیح مسلم جلد اول صـ ۳۹۴ مطبوع نولکشور مین بھی ہے۔

استبراء

فرقہ شیعہ کا طریقہ ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد مقام بول کو تین مرتبہ سوتتے اور جھٹک دیتے ہین جسکو استبراء کہتے ہین اور مقام بول کی طہارت پانی سے کرتے ہین ہاتھ مین ڈھیلا نہین لئے رہتے ہین۔

اہلسنت بھی اس مسئلہ مین متحد ہین کیونکہ سنت رسول بھی ہے چنانچہ کنز العمال جلد ۵ صـ ۸۵ مین ہے۔

اذا بال احدکم فلیمسح ذکرہ	جب پیشاب کرچکو تو مقام بول کو
ثلث مرات۔	تین مرتبہ سونتو۔
واخرجہ ابن ابی شیبۃ والبیہقی	ابن ابی شیبہ و بیہقی و نسائی جناب

والنسائی عن عائشۃ قالت | بی بی عائشہ سے روایت کرتے ہین
مرن ازواجکن ان یغسلوا | کہ انھون نے عورتون سے فرمایا کہ
اثر الغائط والبول فان رسول | تم اپنے مردون کو یہ بات پہونچادو کہ
اللہ قد فعلہ۔ | وہ پیشاب اور پائخانہ کی طہارت

پانی سے کیا کرین کیونکہ آنحضرتؐ پانی ہی سے طہارت کیا کرتے تھے۔

نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد اول صہ ۱۵۹ مین ہی۔

اما روایۃ الاستبراء فھی ابلغ | پیشاب کی نجاست سی بچنے کیلئے استبراء
فی التوقی۔ | کی روایت پر عمل کرنا بہترین طریقہ ہی

نیز نور الایضاح صہ ۵ مین ہی۔

یلزم الرجل الاستبراء حتی | مرد کو لازم ہی کہ پیشاب کے بعد استبراء
یزول اثر البول۔ | کرے تاکہ اثر اور باقی ماندہ پیشاب
زائل ہو جائے۔

نیز روضۂ ندیہ جلد اول صہ ۲۰ مین ہے۔

قال اذا بال احدکم فلینتر | جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا ہے کہ جب تم
ذکرہ۔ | پیشاب کرو تو مقام بول کو جھٹکا دیا کرو۔

نیز حاشیہ شرح وقایہ جلد اول صہ ۱۱۹ مین ہی کہ پیشاب کے بعد پانی سے طہارت کرنا تو ثابت ہی مگر ڈھیلا لینا کسی حدیث مین نہین ملتا کہ کبھی آنحضرتؐ نے ڈھیلا

لیا ہو ہان جناب عمر اپنے مقام بول کو پیشاب کے بعد دیوار یا پتھر پر رگڑا کرتے

تھے۔ نیز سنن ابو داؤد مترجم باب الاسراف فی الوضوء مین مترجم صاحب

تحریر فرماتے ہین کہ ڈھیلا لینا نہ آنحضرت کی سنت ہے اور نہ صحابہ کرام کی سنت

ہے بس ایک ضعیف روایت حضرت عمر کے بارے مین ملتی ہے کہ جناب عمر بن

خطاب پیشاب کے بعد مقام بول کو دیوار یا پتھر پر رگڑا کرتے تھے۔

طہارت حوض

حضرات شیعہ اوس پانی کو پاک سمجھتے ہین جس کی مقدار ایک ہزار دو سو

رطل ہو اور باعتبار مساحت اوس کا طول عرض عمق ہر ایک ساڑھے تین تین

بالشت ہو اوسی کو کُر کہتے ہین یہ پانی کسی نجاست سے اوسوقت تک نجس

نہین ہوتا جبتک کہ نجاست ہی کی وجہ سے اوسکا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدل جائے

اس پانی سے وضو کرنا غسل کرنا اور دیگر متنجس اشیاء کا پاک کرنا درست ہے اسی وجہ

سے شیعہ حوض بنواتے ہین اوس مین ایک کر پانی بلکہ اس سے بھی زائد کا اہتمام

کرتے ہین تاکہ کر سے کسی طرح کم نہونے پائے اور طہارت مین سہولت رہے۔

اہلسنت بھی اس مسئلہ مین متحد ہین انکی اصطلاح مین اسکو قلتین کہتے ہین

یہ لفظ قلتہ کا تثنیہ ہے جس کے معنی مشک یا بڑا برتن ہین پس قلتین کے معنی

دو مشک یا دو بڑے برتن ہین جب پانی کی مقدار قلتین ہو تو وہ پانی پاک ہے

اوسکو کوئی نجاست نجس نہین کر سکتی جب تک کہ نجاست سے اوسکا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدل جائے اور اسکی مقدار وزن مین پانچسو رطل لکھی ہے جو کُر کی مقدار سے کم ہے پس اہلسنت کے نزدیک شیعون کا حوض پاک رہے گا کسی نجاست سے نجس نہین ہو سکتا۔ چنانچہ ترمذی شریف جلد اول صد۱۱ و مشکوۃ شریف ص۴۳ و روضۂ مذہبہ جلد اول ص۴۲ ملاحظہ ہو۔

قال صلعم اذا کان الماء قلتین لم ینجسہ شیئ مالم یتغیر ریحہ او طعمہ۔
جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب پانی کی مقدار قلتین ہو تو اوسکو کوئی چیز نجس نہین کر سکتی جبتک کہ اوسکی بو یا مزہ نہ بدل جائے۔

و قال رسول اللہ صلعم ان الماء طہور لا ینجسہ شیئ۔
یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ پانی طاہر و مطہر ہے اسکو کوئی شے نجس نہین کر سکتی۔

نیز کنز العمال جلد ۵ ص۹۵ مین ہے۔

لا ینجس الماء الا ما غیر طعمہ و ریحہ۔
یعنی پانی کو کوئی شے نجس نہین کر سکتی جبتک کہ اوسکے مزہ یا بو کو نہ بدل دے

نیز کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۴۰ مین ہے۔

و فی حاشیۃ الترمذی القلۃ
یعنی حاشیہ ترمذی شریف مین ہے کہ

الجرة الكبيرة التي تسع فيها مائتين وخمسين رطلا	قلہ اُس بڑے برتن یا مشک کو کہتے ہیں کہ جس میں ڈہائی سو رطل پانی آجائے۔

نیز شرح وقایہ مع عمدة الدرایہ جلد اول صہ۸ میں ہے کہ وہ دردہ کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اور نہ اس بارے میں کوئی حدیث ہے بس صحیح حدیث قلتین ہی کے بارے میں ہے۔

(مسح سر)

حضرات شیعہ وضو میں سر کے اگلے حصہ کا مسح کرتے ہیں پورے سر کا مسح نہیں کرتے ہیں۔ اہلسنت بھی اس مسئلہ میں متحد ہیں چنانچہ صحیح ابو داؤد میں ہے اور علامہ شوکانی نے کتاب نیل الاوطار میں تحریر فرمایا ہے۔

عن انس قال رایت رسول الله صلعم یتوضأ وعلیہ عمامۃ فادخل یدہ تحت العمامۃ فمسح مقدم راسہ ولم ینقض العمامۃ قال ابن حجر فیہ دلیل علی الاجزاء بالمسح علی الناصیۃ وقد نقل عن	انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آنحضرتؐ کے سر مبارک پر عمامہ تھا پس آنحضرتؐ نے اپنا ہاتھ عمامہ کے نیچے لیجاکر سر مبارک کے اگلے حصہ کا مسح کیا اور عمامہ کو نہ اوتارا اور نہ بگاڑا

سلمۃ بن الاکوع انہ کان یمسح مقدم راسہ۔ علامہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ حدیث مذکور میں اسبات کی دلیل ہے کہ محض سر کے اگلے حصہ کا مسح کرنا درست وکافی ہے اور سلمہ ابن اکوع سے منقول ہے کہ وہ سر کے اگلے حصہ ہی کا مسح کیا کرتے تھے۔

نیز تفسیر لباب التاویل جلد ۲ صـ ۱۵ مین ہے کہ امام شافعی محض مسمی مسح کو کافی جانتے ہین خواہ وہ ایک انگل ہی ہو اور امام ابو حنیفہ چوتھائی سر کا مسح واجب جانتے ہین اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ نے محض سر کے اگلے حصہ ہی کا مسح کیا ہے۔

اقوال مذکورہ تفسیر بیضاوی صـ ۲۱۷ مین بھی مذکور ہین اور امام فخر الدین رازی نے بھی اس مضمون کو تفسیر کبیر جلد ۳ صـ ۵۴۵ مین بیان کیا ہے۔

نیز تفسیر لباب التاویل جلد ۲ صـ ۱۶ مین ہے کہ سر کا مسح تین انگشت کی مقدار بھر واجب ہے۔

مسح قدمین

شیعہ وضو مین پیرون کا مسح کرتے ہین دھوتے نہین ہین اہلسنت اس مسئلہ مین بھی متحد ہین چنانچہ تفسیر معالم التنزیل لبغوی جلد ۲ صـ ۱۶ مین ہے۔

عن ابن عباس انہ قال الوضوء غسلتان ومسحتان ویروی ذلک عن عکرمۃ وقتادۃ وقال الشعبی نزل جبرئیل بالمسح وقال الا تری التیمم یمسح ما کان غسلا ویلغی ما کان مسحا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ وضو مین دو عضو کا دھونا اور دو عضو کا مسح ہے اور یہی روایت عکرمہ اور قتادہ سے بھی منقول ہے اور شعبی نے کہا ہے کہ قرآن مین پیرون کے مسح ہی کا حکم جبرئیل لائے ہین اور دلیل اسکی یہ ہے کہ تیمم کے لئے اونھین اعضا کا حکم ہے کہ جو وضو مین دھوئے جاتے ہین یعنی چہرہ اور ہاتھ کا تیمم ہے اور اون اعضا کے لئے تیمم کا حکم نہین ہے کہ جنکا وضو مین مسح کیا جاتا ہے بلکہ یہ تیمم مین چھوڑ دئے جاتے ہین یعنی سر اور پیر کا تیمم نہین ہے مطلب یہ ہے کہ بس ان اعضا کا تیمم ہوتا ہے کہ جو دھوئے جاتے ہین لہذا اگر پیر بھی وضو مین دھوئے جاتے تو اون کا بھی تیمم کیا جاتا مگر اُن کا تیمم واجب نہین ہے پس معلوم ہوا کہ اُن کا مسح واجب ہے کیونکہ جن کا مسح واجب ہے وہ تیمم مین چھوڑ دئے جاتے ہین۔

نیز تفسیر لباب التاویل جلد ۲ صـ ۱٦ اور تفسیر کبیر جلد ۳ صـ ۵۴۵ مین ہے کہ ابن جریر طبری اور حسن البصری اور جبائی اور داؤد ظاہری فرماتے ہین کہ خواہ مسح کرلو خواہ دھولو دونو باتون کا اختیار ہے۔

نیز امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد ۳ صـ ۵۴٦ پر تحریر فرماتے ہین

فنقول اما القراءة بالجر كما قرأ
ابن كثير وحمزة وابو عمرو وعاصم
فی رواية ابی بكر فهی تقتضی كون
الارجل معطوفة علی الرؤس
فكما وجب المسح فی الراس فكذلك
فی الارجل ۔

قرآن مجید میں آیۂ رکوع فاغسلوا
وجوھکم وایدیکم الی المرافق
وامسحوا برؤسکم وارجلکم الیٰ
الکعبین میں لفظ ارجلکم کو اگر جر
پڑھا جائے یعنی ارجلکم حرف لام کو
زیر دے کر پڑھا جائے جیسا کہ ابن کثیر
اور حمزہ اور ابو عمر اور عاصم نے روایت ابوبکر میں پڑھا ہے تو اس صورت میں
ارجلکم معطوف برؤسکم ہوگا۔ اور آیت کا حکم پیرون کیلئے وہی ہوگا جو
سر کیلئے ہے پس جس طرح سر کا مسح واجب ہے اسی طرح پیرون کا بھی مسح واجب ہے

واما القراءة بالنصب فايضاً
توجب المسح وذلك لان قوله
وامسحوا برؤسكم فبرؤسكم
فی محل النصب ولكنها مجرورة
بالباء فاذا عطفت الارجل علی
الرؤس جاز فی الارجل النصب
عطفا علی محل الرؤس والجر
عطفا علی الظاهر وهذا مذهب

اور اگر وارجلکم بالنصب پڑھا جائے
یعنی لام کو فتحہ دیکر پڑھیں تب بھی پیرونکا
مسح ہی واجب ثابت ہوتا ہے کیونکہ
وامسحوا برؤسکم میں رؤسکم مقام
نصب میں ہے مگر حرف باء کی وجہ سے لفظاً
مجرور ہے پس جبکہ ارجلکم کا عطف برؤسکم
پر کیا جائیگا تو ارجلکم کو دونو طرح پڑھنا
جائز ہے خواہ ارجلکم پڑھو خواہ ارجلکم

مشهور للنحاة اذا ثبت هذا	پڑھو اور یہ نحویین کا مشہور مذہب
فنقول ظهرانه يجوزان يكون	ہے جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ہم کہتے
عامل النصب فى قوله وارجلكم	ہین کہ عامل نصب ارجلکم دو امر
هو قوله وامسحوا ويجوزان يكون	ہو سکتے ہین ایک فاغسلوا اور دوسرا
هو قوله فاغسلوا لكن العاملين	وامسحوا مگر قاعدہ یہ ہے کہ جب دو
اذا اجتمعا على معمول واحد	عامل ایک معمول کیلئے ہو سکتے ہون
كان اعمال الاقرب اولى فوجب	تو جو عامل معمول سے قریب ہو اسکو
ان يكون عامل النصب فى قوله	عمل دیا جائے پس اس قاعدہ کی
وارجلكم هو قوله وامسحوا فثبت	بنا پر عامل قریب وامسحوا ہی لہذا
ان قراءة وارجلكم بنصب اللام	اُس کو ترجیح دیجائے گی پس اگر ارجلکم
توجب المسح ايضا فهذا وجه الاستدلال	بالنصب بھی پڑھین تب بھی مسح قدم
بهذه الاية على وجوب المسح	ہی کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہین کہ وجوب مسح قدمین یہی دلیل بیان کی گئی ہے مگر اس کا جواب دو طریقہ سے ہو سکتا ہے اول تو یہ کہ اکثر احادیث مین پیرون کے دھونے کا حکم پایا جاتا ہے اور دوم یہ کہ جن اعضا کے دھونے کا حکم ہے اون کی حد بتائی گئی ہے اور جن اعضا کے مسح کا حکم ہے اونکی حد نہین بتائی گئی ہے پس اگر پیرون کے مسح کا حکم ہوتا تو اوس کی حد نہ بتائی جاتی حالانکہ اسکی

اذان

شیعہ اذان مین حی علی الفلاح کے بعد حی علی خیر العمل بھی کہتے ہین۔

حضرات اہلسنت اس مسئلہ مین بھی متحد ہین چنانچہ کبریت احمر برحاشیہ الیواقیت والجواہر مصنفہ حضرت قطب ربانی شیخ عبد الوہاب شعرانی جلد اول ص ۱۴۳ مین ہے۔

ما عرفت مستند من کرہ قول المؤذن حی علی خیر العمل فانہ روی ان رسول اللہ صلعم امر بہا یوم حفر الخندق۔

جناب شیخ اکبر حضرت محیی الدین ابن عربی فرماتے ہین کہ جو لوگ اذان مین حی علی خیر العمل کو مکروہ جانتے ہین انکی کوئی سند مجھے نہین ملی۔

کیونکہ خندق کھودنے کے روز آنحضرت نے خود اذان مین حی علی خیر العمل کا حکم دیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو المعلم ترجمہ صحیح مسلم ص ۵۲۸

نیز کنز العمال جلد ۴ ص ۲۶۶ مین ہے

کان بلال یوذن بالصبح و یقول حی علی خیر العمل۔

جناب بلال صبح کو اذان دیا کرتے تھے اور اذان مین حی علی خیر العمل کہتے تھے۔

نیز علامہ عبد الحی تحقیق عجیب مین تحریر فرماتے ہین کہ جب جناب عمر کے شاہزادہ جناب عبد اللہ اذان کہتے تھے تو حی علی الفلاح کے بعد حی علی خیر العمل بھی کہتے تھے۔

یہی روایت السیرۃ الحلبیہ اور موطا امام مالک میں بھی موجود ہے۔

نیز شرح تجرید علامہ قوشجی ص۳۸۴ اور شرح مقاصد علامہ تفتازانی میں ہے

قال عمر ثلث کن علی عهد رسول الله انا انهی عنهن واحرمهن واعاقب علیهن وهی متعة النساء ومتعة الحج وحی علی خیر العمل۔

جناب عمر نے کہا کہ تین چیزیں جو زمانہ رسول اللہ صلعم میں تھیں میں روکتا ہوں اور اون کو حرام کرتا ہوں اور جو اون کو بجالائے گا اوسکو سزا دونگا

ایک متعہ نساء دوسرے متعہ حج تیسرے حی علی خیر العمل۔

جمع بین الصلوتین

حضرات شیعہ نماز ظہر و عصر اور نماز مغرب و عشا کو ایک ساتھ پڑھتے ہیں اہلسنت اس مسئلہ میں بھی متحد ہیں چنانچہ صحیح مسلم جلد اول ص۲۴۶ مطبوعہ نولکشور سطر ۱۷ میں ہے۔

قال رجل لابن عباس الصلوة فسکت ثم قال الصلوة فسکت ثم قال الصلوة فسکت ثم قال لا ام لك اتعلمنا بالصلوة کنا نجمع بین الصلوتین علی عهد رسول الله

(جناب ابن عباس ظہر و عصر کی نمازیں ایک ساتھ پڑھ چکے تھے جب سہ پہر کا وقت ہوا تو) ایک شخص نے ابن عباس سے کہا کہ وقت نماز آگیا آپ خاموش رہے اس نے دوبارہ کہا آپ نے

صلعم وعن ابی الزبیر عن ابن عباس قال صلی رسول اللہ صلعم الظھر والعصر جمیعا والمغرب والعشاء جمیعا فی غیر خوف ولا سفر۔

کچھ جواب نہ دیا پھر اُس نے تیسری مرتبہ کہا آپ کچھ دیر خاموش رہے پھر بگڑ کر فرمایا تو ہمیں اوقات نماز بتاتا ہے؟! تجھے معلوم نہیں ہے کہ ہم رسول اللہ کے زمانہ میں ظہر و عصر اور مغرب و عشا ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ اور ابو زبیر سے روایت ہے کہ ابن عباس نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے نماز ظہر و عصر اور نماز مغرب و عشا ایک ساتھ بغیر عذر پڑھی ہے نہ اُس وقت کوئی خوف تھا نہ سفر تھا۔

امام شوکانی نیل الاوطار میں ان احادیث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

لا یخفی ان الحدیث صحیح وترک العمل لا یقدح فی صحتہ کما لا یجب سقوطہا لاستدلال بہ وقد اخذ بہ بعض اہل العلم۔

پوشیدہ نہ رہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اگر کوئی حدیث پر عمل نہ کرے تو حدیث کی صحت کہیں نہیں جاتی ہے اس حدیث سے ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو ایک ساتھ پڑھنے پر دلیل لانا درست ہے چنانچہ بعض اہل علم نے اس حدیث کے مفاد پر عمل بھی کیا ہے۔

نیز سنن ترمذی جلد اول صفحہ ٤٦ اور دراسات اللبیب صفحہ ٢٤٩ وصفحہ ٢٥٠ میں ہے۔

عن ابن عباس قال جمع رسول اللہ

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے

بین الظھر والعصر وبین المغرب والعشاء بالمدینۃ من غیر خوف ولا مطر۔ | بغیر خوف اور بغیر بارش مدینہ میں نماز ظہر و عصر اور نماز مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھیں۔

نیز تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۵۲ھ میں ذیل آیہ ۸۷ رکوع ۹ پارہ ۱۵۔ اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل الآیہ اعتراف کیا ہے کہ

ھذہ الآیۃ توھم ان للظھر والعصر وقتا واحدا وللمغرب والعشاء وقتا واحدا۔ | یہ آیت بتلاتی ہے کہ بیشک ظہر و عصر اور مغرب و عشا کا وقت ایک ہے۔

نیز شاہ ولی اللہ دہلوی حجۃ بالغۃ میں صفحہ ۱۹۳ تحریر فرماتے ہیں کہ اصلی اوقات نماز تین ہیں فجر، ظہر اور رات کی سیاہی جیسا کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے۔

ارسال یدین

حضرات شیعہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں اہلسنت اس مسئلہ میں بھی متحد ہیں۔ چنانچہ امام مالک کا یہی عمل رہا اور تمام اہلسنت جو امام مالک کے پیرو ہیں وہ ہاتھ کھول کر ہی نماز پڑھتے ہیں۔ چنانچہ زرقانی نے شرح موطائے امام مالک میں اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے سفر السعادت میں اور علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں تحریر فرمایا ہے۔

روی ابن المنذر عن ابن زبیر والحسن البصری والنخعی انہ یرسلھما ولا یضع الیمنی علی الیسری ونقل ابن سید الناس عن الاوزاعی التخییر بین الوضع والارسال۔

ابن منذر نے ابن زبیر و حسن بصری و نخعی سے روایت کی ہے کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر نہیں رکھتے تھے اور ابن سید الناس نے امام اوزاعی سے روایت کی ہے کہ وہ ہاتھ کھول کر اور ہاتھ باندھکر دونوں طرح پڑھنا جائز سمجھتے تھے۔

نیز کتاب کبریت احمر برحاشیہ الیواقیت والجواہر ص۵ مین ہے کہ ہاتھ باندھکر نماز پڑھنا دل کو خدا کی طرف متوجہ ہونے سے روکتا ہے اور خضوع سے بھی مانع ہے لہذا ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا افضل ہے نیز شرح صحیح مسلم نووی مین بھی یہ مذکور ہے (ملاحظہ ہو جلد اول ص۱۷۳ سطر۶ مطبوعہ نولکشور)

التسمیۃ بالجہر

حضرات شیعہ ہر سورہ کو نماز مین بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرتے ہین اور بسم اللہ باواز بلند پڑھتے ہین حضرات اہلسنت اس مسئلہ مین بھی متحد ہین چنانچہ امام شافعی کا یہی عمل رہا اور انکے پیرو اسی طریقہ کے پابند ہین اور محققین اہلسنت کا بھی یہی عمل ہے چنانچہ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر

جلد اول ص۱۰۵ مین تحریر کیا ہے۔

ان علیا کان مذھبہ الجھر
ببسم اللہ الرحمن الرحیم فی الصلوۃ
واقول ان ھذہ الحجۃ قویۃ فی
نفسی راسخۃ فی عقلی لا تزول البتۃ
بکلمات المخالفین والدلائل العقلیۃ
موافقۃ لنا وعمل علی بن ابی طالب
معنا ومن اتخذ علیا اماما لدینہ
فقد استمسک بالعروۃ الوثقی
واھتدی لقولہ صلعم علیؑ مع
الحق والحق مع یدور الحق الخ

حضرت علی کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن
الرحیم کو ہر نماز مین باواز بلند پڑھنا
چاہیے امام رازی کہتے ہین کہ یہ حجت
و دلیل میرے نفس مین قوی اور میری
عقل مین جاگزین ہو گئی ہے اس کے
علاوہ اور دلائل عقلیہ بھی ہمارے موافق
ہین اور پھر علی بن ابی طالب کا بھی عمل
بھی ہے اور جس شخص نے حضرت علی کو
اپنے دین کا امام و مقتدا بنا لیا اُس نے
عروۃ الوثقیٰ سے تمسک کیا اور ہدایت
یافتہ ہوا کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے
کہ علی حق کے ساتھ ہین اور حق علی کے ساتھ اور جدھر علی جاتے ہین حق اُن کے
پیچھے پیچھے جاتا ہے یعنی حق کی رفتار علی کی رفتار سے وابستہ ہے۔

اس کے بعد امام رازی نے جناب امام شافعی کی دلیل کو اسی مطلب کے ثبت
مین بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ تفسیر کبیر جلد اول ص۱۰۵ مین تحریر فرماتے ہین کہ مدینہ مین معاویہ کا
ورود ہوا پس اُنھون نے نماز پڑھائی لیکن بسم اللہ نہین کہی اور نہ رکوع و سجود

ہین جاتے وقت تکبیر کہی پس جب نماز ختم کر چکے تو مہاجرین وانصار نے پکار کر کہا اے معاویہ ایک آیت کو چرالیا یہ بسم اللہ کیون نہین کہی اور رکوع وسجود ہین جاتے وقت تکبیر کیون نہین کہی یہ سنکر معاویہ نے پھر سے نماز پڑھائی اور بسم اللہ بھی کہی اور تکبیر بھی کہی امام شافعی کہتے ہین کہ معاویہ اوسوقت باشان وشوکت اور بارعب وہیبت بادشاہ تھا پس اگر بسم اللہ کہنا اصحاب رسول ومہاجرین وانصار کے نزدیک قدیمی اور یقینی بات نہوتی اور اسپر عمل نہ چلا آتا تو کبھی اس طرح علانیہ معاویہ کو چور نہ بتاتے اور معاویہ نماز کا اعادہ نہ کرتے۔

(رفع یدین)

حضرات شیعہ جب نماز مین تکبیر کہتے ہین تو ہاتھون کو بلند کرتے ہین اہلسنت بھی اس مسئلہ مین متحد ہین۔ چنانچہ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۸۹ سطر ۶ مطبوعہ مصر اور موطائے امام مالک صفحہ ۲۵ مین ہی۔

عن عبد اللہ بن عمر قال رایت رسول اللہ صلعم اذا قام فی الصلوۃ رفع یدیہ وکان یفعل ذلک حین یکبر للرکوع ونفعل ذلک اذا رفع راسہ من الرکوع

عبد اللہ فرزند جناب عمر بن خطاب کہتے ہین کہ مین نے رسول اللہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جب آپ نماز پڑھتے تھے تو تکبیر کہتے تھے اور ہاتھون کو بلند کرتے تھے اور رکوع

ویقول سمع اللہ لمن حمدہ۔ کے قبل جب تکبیر کہتے تھے تب بھی ہاتھوں کو بلند کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اوٹھاتے تھے اور تکبیر کہتے تھے تب بھی ہاتھوں کو بلند کرتے تھے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے۔

اور سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی اور سنن ابوداؤد مین بھی یہ حدیث موجود ہے اور صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۱۶۸ سطر ۱۰ مطبوعہ نولکشور مین ہے۔

عن مالک بن الحویرث ان رسول اللہ صلعم کان اذا کبر رفع یدیہ حتی یحاذی بھما اذنیہ واذا رکع رفع یدیہ حتی یحاذی بھما اذنیہ فاذا رفع راسہ من الرکوع فقال سمع اللہ لمن حمدہ۔

ابن حویرث سے منقول ہے کہ آنحضرت جب تکبیر کہتے تھے تو ہاتھوں کو کانون تک بلند کرتے تھے اور رکوع کرتے وقت بھی ہاتھوں کو کانون تک بلند کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے

نیز تکبیر کے وقت ہاتھوں کو بلند کرنا کتب ذیل مین مذکور ہے کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۱۱۳ ومیزان کبریٰ علامہ شعرانی جلد اول صفحہ ۱۹۵ وزاد المعاد ابن قیم جلد ۲ صفحہ ۷۳ وشرح مسلم نووی جلد اول صفحہ ۲۰۹ درمختار صفحہ ۷ مشرب وردی جلد ۵ صفحہ ۲۱۱

(قنوت)

حضرات شیعہ نماز مین قنوت پڑھتے ہین حضرات اہل سنت بھی اس مسئلہ مین

تحد مین چنانچہ صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۲۳۷ سطر ۱۱ مطبوعہ نولکشور اور سنن نسائی

ومسند امام احمد بن حنبل مین ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال و اللّٰہ لاقربن بکم صلوۃ رسول اللّٰہ فکان ابوہریرۃ یقنت فی الظہر والعشاء الاخرۃ وصلوۃ الصبح ویدعو للمومنین ویلعن الکفار

ابوہریرہ سے منقول ہے انھون نے بیان کیا کہ خدا کی قسم مین تمھین رسول اللہ کی نماز بتاتا ہون پس ابوہریرہ نے نماز ظہر اور عشاء اور صبح مین قنوت پڑھا اور مومنین کے لئے دعا کی اور کافرون پر لعنت کی اور کہا کہ رسول اللہ اسی طرح پڑھتے تھے

اس روایت سے رسول اللہ کا لعنت کرنا بھی معلوم ہوگیا۔ اور تفسیر در منثور جلد اول صفحہ ۳۰۷ مین ہے۔

عن ابن عباس قال ان رسول اللّٰہ مازال یقنت حتی مات وابوبکر حتی مات وعمر حتی مات۔

ابن عباس فرماتے ہین کہ حضرت رسول اللہ برابر قنوت پڑھتے رہے یہانتک کہ آنحضرت نے رحلت فرمائی

اور جناب ابوبکر وعمر بھی برابر قنوت پڑھتے رہے یہانتک کہ دنیا سے انتقال کیا۔

نیز شرح صحیح مسلم نووی جلد اول صفحہ ۲۳۷ مین ہے کہ امام شافعی قنوت کو بآواز بلند پڑھنا مستحب جانتے تھے نیز صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۹۵ سطر ۱۰ باب فضل اللّٰھم ربنا لک الحمد مطبوعہ مصر مین ہی۔

عن ابی ھریرۃ قال لاقرأن صلوٰۃ	ابوہریرہ سے منقول ہے انھون نے
النبی فکان ابوھریرۃ یقنت فی	کہا کہ مین آنحضرت کی نماز بتاتا ہون
الرکعۃ الاخری من صلوٰۃ الظھر	پس ابوہریرہ نے نماز صبح اور ظہر
وصلوٰۃ العشاء وصلوٰۃ الصبح	اور عشا کی دوسری رکعت مین
بعد ما یقول سمع اللہ لمن حمدہ	سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد قنوت
فیدعو للمؤمنین ویلعن الکفار	پڑھا اور مومنین کے لئے دعا کی اور
	کفار پر لعنت کی ۔

نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد اول ص ۳۷۸ اور ص ۶۳۳ مین ہے کہ نماز کی حالت مین دعا کے وقت ہاتھ اوٹھانا درست و ثابت ہے بلکہ خضوع اسی مین ہے اس سے نماز باطل نہین ہوتی ہے ۔ نیز کنز العمال جلد ۴ ص ۱۹۷ مین بھی قنوت کی حدیث موجود ہے ۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے بس ایک ماہ قنوت پڑھا جس سے کچھ لوگ یہ مطلب نکالتے ہین کہ پھر حضرت نے ترک کر دیا حالانکہ یہ بات اون کی غلط ہے کیونکہ جن روایات مین ایک ماہ کی تعیین ہے اون مین قنوت بعد رکوع مذکور ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت نے بعد رکوع قنوت ایک مہینہ ہی پڑھا لیکن قبل رکوع ترک کر دینا اس سے ثابت نہین ہوتا ہے بلکہ روایت در منثور سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے تاحیات قنوت پڑھا اسی طرح جناب ابوبکر و عمر نے

بھی "تاحیات قنوت پڑھا۔ نیز صحیح بخاری جلد اول ص۱۱۷ مطبوعہ مصر باب القنوت سطر ۴ مین ہے۔

عن عاصم قال سألت انس بن مالك عن القنوت فقال قد كان القنوت قلت قبل الركوع او بعده قال قبله قال فان فلانا اخبرني عنك انك قلت بعد الركوع فقال كذب انما قنت رسول الله بعد الركوع شهراً الخ

عاصم سے مروی ہے وہ کہتے ہین کہ مین نے انس بن مالک سے قنوت کے بارے مین پوچھا پس اُنھون نے کہا کہ ہان قنوت کا وجود ثابت ہے پس مین نے پوچھا کہ آیا قبل رکوع ہے یا بعد رکوع اُنھون نے کہا کہ قبل رکوع ہے پس عاصم نے کہا کہ ایک شخص نے تو تمھارا قول بیان کیا ہے کہ تم نے اوس سے بعد رکوع کہا ہے پس انس نے کہا کہ وہ جھوٹا ہے آنحضرتؐ نے ایک قوم پر دعائے بد کرنے کے لئے بس ایک ہی ماہ بعد رکوع قنوت پڑھا ہے۔ صحیح بخاری کی اس روایت سے بالکل واضح طور سے ثابت ہو گیا کہ قنوت قبل رکوع برابر رہا ہے محض ایک ماہ کیلئے بعد رکوع کیا گیا تھا۔

سجدہ گاہ

حضرات شیعہ اکثر مٹی ہی پر سجدہ کرتے ہین کیونکہ اس مین ثواب زائد ہے اور چونکہ مٹی فضیلت مین کم و زائد ہوتی ہے جیسے مدینہ طیبہ یا مکہ معظمہ کی مٹی ہندوستان

کی مٹی سے افضل ہے اسی طرح کربلائے معلیٰ کی مٹی کہ جس سرزمین پر لخت جگر رسول واولاد بتول مدفون ہیں دیگر مقامات کی مٹی سے بہتر ہے اسلئے حضرات شیعہ کربلائے معلیٰ کی مٹی پر زائدتر سجدہ کرتے ہیں اسکے علاوہ چٹائی اور لکڑی پر بھی سجدہ کرتے ہیں مگر کپڑے پر بغیر شدید ضرورت کے سجدہ نہیں کرتے۔

حضرات اہلسنت اس مسئلہ میں بھی متحد ہیں چنانچہ صحیح بخاری جلد اول مطبوعہ مصر ص۱۷۰ ، سطر ۲۹ باب السجود علی الانف فی الطین میں ہے۔

عن ابی سعید قال رأیت رسول اللہ سجد علی الطین فرائیت اثر الطین علی جبہتہ

ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے پانی سے گندھی ہوئی مٹی پر سجدہ کیا پس میں نے پیشانی مبارک پر مٹی کا اثر دیکھا نیز صحیح بخاری جلد اول ص۹۷ سطر ۱۹ مطبوعہ مصر باب السجود علی سبعۃ اعظم میں ہے۔

یضع النبی جبہتہ علی الارض۔

یعنی رسول اللہؐ سجدہ میں اپنی پیشانی زمین پر رکھتے تھے۔

نیز نیل الاوطار جلد ۲ ص۱۰۱ میں ہے۔

عن عروۃ بن الزبیر انہ کان یکرہ ان یسجد علی شیٔ من دون الارض والی الکراھۃ ذھب

عروہ بن زبیر سے منقول ہے کہ وہ زمین کے علاوہ کسی دوسری چیز پر سجدہ کرنا مکروہ سمجھتے تھے اور جناب

الهادی والمالکؒ۔ ہادی اور جناب مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔

نیز اسی کتاب نیل الاوطار میں عبد اللہ بن مسعود کے متعلق ہے۔

روی الطبرانی انہ کان لا یصلی ولا یسجد الا علی الارض وعن ابراھیم النخعی انہ کان یصلی علی الحصیر ویسجد علی الارض وقد اخرج احمد فی مسندہ من حدیث ام سلمۃ ان النبی قال لافلح ترب وجھک ای فی سجودک

طبرانی نے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن مسعود زمین پر نماز پڑھتے تھے اور زمین ہی پر سجدہ کرتے تھے اور ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ وہ چٹائی پر نماز پڑھتے تھے اور زمین پر سجدہ کرتے تھے اور امام احمد نے اپنے مسند میں ام سلمہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ

حضرت رسول اللہ نے افلح سے کہا کہ اے افلح اپنی پیشانی کو مٹی پر رکھ یعنی سجدہ کی حالت میں اپنی پیشانی مٹی پر رکھا کر۔

نیز صحیح بخاری جلد اول ص۵۲ سطر ۳۲ مطبوعہ مصر باب الصلوۃ علی الخمرۃ میں ہے،

عن میمونۃ قالت کان النبی یصلی علی الخمرۃ۔

میمونہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ خمرہ پر نماز پڑھتے تھے۔

نیز ترمذی شریف ص۴۶ میں ہے کہ رسول اللہ خمرہ پر نماز پڑھتے تھے۔ اور خمرہ کی تحقیق علامہ امام محمد طاہر مجمع بحار الانوار ص۳۰۷ میں یہ تحریر فرماتے ہیں۔

الخمرۃ وھی التی یسجد علیھا خمرہ وہ ہی مٹی کی ٹکیہ ہے جس پر

الآن الشیعۃ - آجکل شیعہ سجدہ کرتے ہین -

اور تلخیص الصحاح صد۸۱ مین خمرہ کے متعلق ہے -

الخمرۃ حصیر صغیر من لیف
او غیرہ بقدر الکف وھو الذی
یتخذہ الآن الشیعۃ للسجود

خمرہ چٹائی وغیرہ کے اس ٹکڑے کو
کہتے ہین جو کف دست کے برابر چھوٹا
ہو اور یہ وہی ہے کہ جسکو آجکل شیعہ
سجدہ مین استعمال کرتے ہین - اور مصباح منیر صد۱۱۴ مین ہے کہ جو سجدہ گاہ منہ
کی برابر ہو اوسکو خمرہ کہتے ہین اور تیسیر الوصول فی جامع الاصول مین ہے کہ
ہتیلی کی برابر سجدہ گاہ کو کہتے ہین -

اب رہا کپڑے پر سجدہ کرنا اسکے متعلق فتح الباری شرح صحیح بخاری صد۲۴۵
جلد اول مین حدیث بخاری جلد اول صد۵۳ مطبوعہ مصر سطر ۶ باب السجود علی الثوب
فی شدۃ الحر کی تشریح مین ہے -

وفی الحدیث جواز استعمال الثیاب
وکذا غیرھا فی الحیلولۃ بین المصلی
وبین الارض لاتقاء حرھا وکذا
بردھا وفیہ اشارۃ الی ان مباشرۃ
الارض عند السجود ھو الاصل لانہ
علق بسط الثوب بعدم الاستطاعۃ

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ مین کپڑے
وغیرہ کا استعمال اوسوقت جائز ہے
جبکہ سخت گرمی یا سخت سردی کی وجہ
سے زمین پر سجدہ کرنا مشکل ہو پس اس سے
بچنے کیلئے کپڑا زمین پر رکھ لیا جائے
(شارح کہتے ہین) اس حدیث مین

اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ سجدہ کے لئے درآصل زمین ہی مخصوص ہے کیونکہ کپڑے کا استعمال اوسوقت اور اس شرط سے جائز بتایا ہے کہ جب زمین پر سجدہ کرنا قدرت واستطاعت سے باہر ہو۔

سجدہ مین جانے کا طریقہ

حضرات شیعہ جب سجدہ مین جاتے ہین تو پہلے ہاتھ ٹیکتے ہین اُسکے بعد گھٹنے رکھتے ہین حضرات اہلسنت اس مسئلہ مین بھی متحد ہین چنانچہ امام نسائیؒ اور ابوداؤد اور دارمی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔

قال رسول اللہ اذا سجد احدکم فلا یبرك کما یبرك البعیر ولیضع یدیہ قبل رکبتیہ — جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جب تم سجدہ کرو تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھو بلکہ دونون ہاتھون کو پہلے ٹیک دو اور اسکے بعد گھٹنون کو رکھو نیز حدیث مذکور مشکوۃ شریف صہ ۷۶ مین ملاحظہ ہو

اسکے علاوہ صحیح بخاری جلد اول صہ ۹۵ سطر ۲۵ مطبوعہ مصر باب یہوی بالتکبیر حین یسجد مین ہے۔

قال نافع کان ابن عمر یضع یدیہ قبل رکبتیہ۔ — جناب نافع کہتے ہین کہ عمر کے صاحبزادہ جناب عبداللہ پہلے ہاتھ رکھتے تھے اوسکے بعد گھٹنے رکھتے تھے نیز ملاحظہ ہو فتح الباری شرح صحیح بخاری صہ ۱۴۸ جلد اول و صہ ۳۹۴ جلد اول اور نیل الاوطار جلد دوم صہ ۱۴۷ ۔

(تکبیر بعد سلام)

حضرات شیعہ نماز مین جبکہ آخری سلام پڑھ چکتے ہین تو اسکے بعد تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہین حضرات اہل سنت اِس مسئلہ مین بھی متحد ہین چنانچہ صحیح بخاری جلد اول ص۱۱۰ سطر ۱۴ باب الذکر بعد الصلوۃ مطبوعہ مصر اور مشکوۃ شریف مین ہی۔

عن ابن عباس قال کنت اعرف انقضاء صلوۃ النبی بالتکبیر

ابن عباس کہتے ہین کہ رسول اللہ کی نماز کے ختم ہو جانے کو تکبیر سے معلوم کرتا تھا یعنی سلام کے بعد جب آنحضرت اللہ اکبر کہتے تھے تو مین سمجھ لیتا تھا کہ اب نماز ختم کی ہے

نیز فتح الباری جلد اول ص۴۵۸ میں اور صحیح مسلم جلد اول ص۲۱۷ سطر ۲ مین ابن عباس سے مروی ہی۔

وقع فی روایۃ الحمیدی عن سفیان بصیغۃ الحصر ولفظہ ما کنا نعرف انقضاء صلوۃ رسول اللہ صلعم الا بالتکبیر

تکبیر کہنا روایت حمیدی بن سفیان سے صیغہ حصر کے ساتھ مذکور ہی اور اسکے الفاظ یہ ہیں کہ ہم رسول اللہ صلعم کی نماز کا ختم ہونا اللہ اکبر ہی کے ذریعہ سے پہچانتے تھے۔

تسبیح فاطمہ زہراؑ

حضرات شیعہ نماز ختم کرنے کے بعد تسبیح فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پڑھتے ہیں یعنی چونتیس ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر اور تینتیس ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ پڑھتے ہیں یہ طریقہ تسبیح آنحضرتؐ نے اپنی پارہ جگر کو تعلیم کیا تھا۔

حضرات اہل سنت اس مسئلہ میں بھی متحد ہیں چنانچہ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۹۲ سطر ۲۵ باب مناقب علی میں ہے۔

فقال رسول اللہ الا ادلکما اخطاب لعلی وفاطمۃ) علی خیر مما سئلتمانی فکبرا اللہ اربعا وثلثین واحمدا ثلثا وثلثین وسبحا ثلثا و ثلثین فان ذلک خیر مما سئلتمانی

آنحضرتؐ نے جناب علی بن ابیطالب اور فاطمہ زہرا سے فرمایا کہ میں تم دونوں کو ایسی بات کیوں نہ بتادوں جو تمہارے پیش کردہ مطالبہ سے بہتر ہے پس تم چونتیس مرتبہ مرتبہ اللہ اکبر اور تینتیس ۳۳ تینتیس ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور سبحان اللہ کہا کرو یہ تمہارے لئے تمہارے پیش کردہ مطالبہ سے بہتر ہے۔

نیز صحیح مسلم جلد اول ص ۲۱۹ سطر ۱۲ مطبوعہ نولکشور میں ہے

عن کعب بن عجرۃ عن رسول اللہ قال معقبات لایخیب قائلھن

کعب بن عجرہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص

ثلاثا وثلثین تسبیحۃ وثلاثا وثلثین	ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ
تحمیدۃ واربعا وثلثین تکبیرۃ فی	اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ
دبر کل صلوۃ	اللہ اکبر کہے گا اسکی آرزو پوری ہوگی

ناامید نہیں کیا جائیگا۔

نیز مشکوۃ شریف ص۸۱ میں ہے

زید بن ثابت قال امرنا ان نسبح	زید بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ ہمیں
فی دبر کل صلوۃ ثلاثا وثلثین	انحضرت نے یہ حکم دیا تھا کہ ہر نماز کے بعد
ونحمد ثلثا وثلثین ونکبر اربعا وثلثین	۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ

الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہا کریں۔

نیز امام احمد اور امام نسائی نے روایت کی ہے اور روایت مذکورہ سنن ابوداؤد جلد ۲ ص۵۳ میں بھی مذکور ہے۔

(سجدۂ شکر)

حضرات شیعہ ہر نماز کے بعد اور حصول نعمت و دفع مصیبت پر سجدۂ شکر بجالاتے ہیں۔

حضرات اہلسنت اس مسئلہ میں بھی متحد ہیں چنانچہ تعلیق مغنی بر سنن دار قطنی ص۱۵۸ میں ہے۔

قال الشافعی سجود الشکر حسن قد فعل رسول اللہ وابوبکر وعمر وغیر واحد من اصحاب النبی	جناب شافعی فرماتے ہین کہ سجدۂ شکر بہتر شئی ہے کیونکہ خود آنحضرت اور جناب ابوبکر وعمر اور بکثرت اصحاب رسول نے شکر کا سجدہ ادا کیا۔

نیز ترمذی شریف ص ۱۹۱ اور مشکوۃ شریف ص ۱۹۳ مین ہی کہ جناب سرور کائنات سجدۂ شکر بجالاتے تھے نیز حاشیۂ مشکوۃ ص ۱۲۳ مین ہی کہ سجدۂ شکر امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہی اور یہی قول امام مالک کا بھی ہی۔ نیز کنز العمال جلد ۴ ص ۲۱۷ مین ہی کہ جناب ابوبکر وعمر نے سجدۂ شکر ادا کیا ہی نیز میزان الاعتدال شعرانی جلد اول ص ۱۵۷ اور حجۃ بالغہ ص ۲۱۷ اور ریاض الصالحین للنووی ص ۱۵۴ اور نور الایضاح جلد اول ص ۵۴ مین بھی شکر کے سجدہ کا تذکرہ موجود ہے۔

(نماز وتر)

فرقہ شیعہ کے نزدیک نماز وتر ایک رکعت ہی اور سنت ہے حضرات اہل سنت اس مسئلہ مین بھی متحد ہین چنانچہ صحیح ترمذی نسائی مسند امام احمد بن حنبل سنن ابوداؤد مین ہی

قال رسول اللہ اوتروا یا اھل القرآن	آنحضرت نے فرمایا کہ اے اہل قرآن

فان اللہ وتر یحب الوتر — نماز وتر ادا کرو کیونکہ خدا فرد ہی اور فرد کو دوست رکھتا ہی نیز ترمذی ونسائی مین ہی جناب امیر المومنین نے فرمایا کہ وتر سنت ہی واجب نہین ہی۔

نیز صحیح بخاری جلد اول صہ ۱۱۶ باب ساعات الوتر سطر ۱۹ مطبوعہ مصر مین ہے۔

قال ابن عمر کان النبی یصلی من اللیل مثنی مثنی ویوتر برکعۃ — جناب عمر کے صاحبزادہ جناب عبداللہ بیان کرتے ہین کہ حضرت رسول اللہ نماز شب دو دو رکعت پڑھتے تھے اور نماز وتر ایک رکعت پڑھتے تھے نیز حاشیہ صحیح بخاری جلد اول صہ ۱۱۶ سطر ۶ مطبوعہ مصر مین ہی

ان الوتر رکعۃ واحدۃ وقد جاء ھذا فی احادیث متعددۃ قولا و فعلا — یقیناً نماز وتر ایک رکعت ہے اور اسکے متعلق متعدد احادیث قولا و فعلا موجود ہیں۔

(وقت نماز مغرب و افطار صوم)

حضرات شیعہ مغرب کی نماز قرص آفتاب کے انکھون سے اوجھل ہوتے ہی نہین پڑھتے ہین بلکہ اتنا انتظار کرتے ہین کہ افق مشرقی کی جانب رات کی تاریکی ذرا پھیلتی ہوئی نظر آئے اور روزہ افطار کرنے مین بھی تاخیر کرتے ہین اور

اور اکثر نماز مغرب پڑھکر افطار کرتے ہین۔

حضرات اہل سنت اس مسئلہ مین بھی متحد ہین چنانچہ موطا ء امام مالک ص۸۷ مین ہے۔

عن حمید بن عبد الرحمٰن ان عمر بن الخطاب وعثمان بن العفان کانا یصلیان المغرب حین ینظران الی اللیل الاسود قبل ان یفطرا ثم یفطران بعد الصلوٰۃ وذلک فی رمضان

حمید بن عبد الرحمٰن سے مروی ہے کہ جناب عمر بن خطاب وعثمان بن عفان ماہ مبارک رمضان مین جب رات کی سیاہی دیکھ لیتے تھے تب نماز مغرب پڑھتے تھے اور جب نماز مغرب سے فارغ ہوتے تھے تب روزہ افطار کرتے تھے۔

(صوم سفر)

حضرات شیعہ سفر شرعی مین روزہ قضا کرتے ہین اور دوسرے ایام مین اسکو پورا کر دیتے ہین حضرات اہلسنت اس مسئلہ مین بھی متحد ہین چنانچہ موطاء امام مالک ص۹۳ اور صحیح مسلم جلد اول سطر ۸ ص۳۵۶ مطبوعۂ نولکشور مین ہے۔

خرج رسول اللہ صلعم الی مکۃ فی رمضان حتی بلغ الکداع وصام الناس ثم

جناب رسول خدا ماہ مبارک رمضان مین مکہ معظمہ تشریف لئے جا رہے تھے جب

دعا بقدح من ماء فرفعه حتی نظر الناس ثم شرب فقیل له بعد ذلک ان بعض الناس قد صام فقال اولئک العصاة اولئک العصاة

مقام کراع تک پہونچے تو آپنے پانی طلب فرمایا اور اسکو اتنا اونچا اٹھایا کہ تمام لوگون نے دیکھ لیا اسکے بعد آپنے نوش فرمایا اسکے بعد لوگون نے کہا یارسول اللہ بعض نے تو روزہ افطار کر لیا مگر بعض لوگ افطار نہین کرتے ہین روزہ رکھے ہوئے ہین آپنے فرمایا کہ یہ لوگ گنہگار و نافرمان ہین یہ لوگ گنہگار و نافرمان ہین۔

نیز قرآن مجید پارہ ۲ رکوع ۷ مین ہی۔

فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر

روزہ کے دنون مین جو شخص تم مین سے بیمار ہو یا سفر مین ہو تو دوسرے دنون مین اُتنے ہی روزے شمار کر کے رکھدے جتنے قضا ہو گئے ہین۔

شرح صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۳۵۵ سطر ۹ مطبوعہ نولکشور مین اسی آیہ مذکورہ کو شارح نے روزہ کے سفر مین قصر ہو جانیکی دلیل مین پیش کیا ہی اور اس کے علاوہ دو حدیثین اور نقل کی ہین۔ ایک تو وہی حدیث ہی جو گذر چکی جسمیں رسول اللہ نے سفر مین روزہ رکھنے والون کو گنہگار نافرمان فرمایا ہے اور دوسری حدیث یہ ہے۔

لیس من البر الصیام فی السفر

سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہی۔

اسی لئے علماء نے فرمایا ہے کہ سفر مین روزہ رکھنا باطل ہے۔ چنانچہ
شرح صحیح مسلم جلد اول صہ ۳۵۵ سطر ۹ مطبوعہ نولکشور مین ہی۔

لا یصح صوم رمضان فی السفر فان صام لم ینعقد و یجب قضاءہ
رمضان کا روزہ سفر مین رکھنا صحیح نہیں ہی پس اگر کسی نے رکھ لیا ہے
تو یہ روزہ کافی نہو گا بلکہ اُسکی قضا رکھنا واجب ہو گی۔

(صوم عاشورا)

حضرات شیعہ روز عاشورا یعنی دہم ماہ محرم کو روزہ نہین رکھتے۔

حضرات اہلسنت کے روایات بھی اس سے متفق ہین صحیح مسلم جلد اول صہ ۲۵۸
سطر ۷ مطبوعہ نولکشور مین عبدالرحمٰن ابن یزید سے منقول ہی وہ کہتے ہین کہ اشعث
بن قیس عاشورا محرم کو عبداللہ کے پاس گئے وہ کھانا کھا رہے تھے اشعث کو
دیکھکر کھانے کے لئے کہا انھون نے کہا کہ آج عاشور محرم ہے مین نے روزہ رکھا
ہے عبداللہ نے کہا کہ تمھین معلوم نہین ہی کہ عاشور محرم کو اس وقت تک روزہ
کا حکم رہا جب تک کہ رمضان کے روزے واجب نہیں کیے گئے تھے لیکن جب
رمضان کے روزے واجب کر دیئے گئے تو یہ روزہ ترک کر دیا گیا خود آنحضرت
صلعم نے بھی ترک کر دیا تھا یہی روایت صحیح بخاری جلد ۳ صہ ۶۵ سطر ۱۳ مطبوعہ
مصر کتاب التفسیر سورۃ البقر باب کتب علیکم الصیام میں بھی موجود ہے۔

تلقین میت

حضرات شیعہ تلقین میت کو مستحب جانتے ہین حضرات اہل سنت اِس مسئلہ

مین بھی متحد ہین چنانچہ معجم کبیر طبرانی مین ابو امامہ سے منقول ہے وہ کہتے ہین کہ

آنحضرت نے فرمایا کہ جب تمھارا کوئی ایمانی بھائی انتقال کرے اور تم اوسکو دفن

کر چکو تو تم مین سے ایک شخص اُس کے سرہانے کھڑا ہو اور یون کہے اے فلان

ابن فلان پس وہ میت یقیناً تمھاری آواز کو سنے گی مگر تمھین جواب

نہ دے گی پھر کہے اے فلان بن فلانہ پس وہ اس دوسری آواز پر

بیٹھ جائے گی پھر کہے اے فلان بن فلانہ پس اِس تیسری مرتبہ کہے گی کہ

خدا تجھپر رحم کرے مجھے ہدایت کر مگر اسکو تم لوگ سمجھ نہین سکوگے پھر کہے

اے شخص تو جس دین پر اوٹھا ہے اوسکو یاد کر اور کہہ اشہد ان

لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ و رضیت باللہ ربا

وبمحمد نبیا و بالاسلام دینا و بالقرآن کتابا۔ پس جب وہ یہ کہے گا تو

منکر ونکیر ایک دوسرے کے ہاتھ مین ڈالے ہوئے یہ کہین گے کہ یہان سے چلو اب

یہان کیا کروگے اسکو تلقین حجت کردی گئی۔

حافظ ابن حجر نے بھی اس روایت کو لکھا ہے نیز شمار التنکیت مین ہے

رافعی گوید کہ تلقین میت بعد دفن مستحب است کہ گفتہ شود۔ امام رافعی کہتے

ہین کہ تلقین میت مستحب ہے دفن میت کے بعد کہا جائے۔

یا عبد اللہ اذکر ما خرجت علیہ من الدنیا شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وان الجنۃ حق وان النار حق وان البعث حق وان الساعۃ اتیۃ لا ریب فیہا وان اللہ یبعث من فی القبور وانک رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا وبالقرآن کتابا وبالکعبۃ قبلۃ

نیز منتقی الاخبار ابن تیمیہ ہین بھی راشد بن سعد اور حمزہ بن حبیب وحکیم بن عمیر سے تلقین میت کی ایک طویل دعا منقول ہے۔

عقد ام کلثوم

حضرات شیعہ قائل ہین کہ ام کلثوم بنت علیؑ وفاطمہؑ کا عقد جناب عمر سے نہین ہوا بلکہ محمد بن جعفر سے ہوا تھا اور انکی وفات کے بعد عبد اللہ بن جعفر سے ہوا اور چونکہ جناب عمر کے عقد مین مسماۃ ام کلثوم گئی تھین اسلئے بعض مورخین کو دھوکا ہو گیا اور اس غلط فہمی کی وجہ سے دختر جناب فاطمہ زہراؑ لکھ گئے۔

حضرات اہل سنت کے علماء محققین بھی اس نظریہ مین متحد ہین۔ چنانچہ عقد جناب عمر کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ جس ام کلثوم سے ہوا اسکا سن پانچ چھ برس کا تھا بلکہ ہدایۃ السعداء ص ۲۵۵ پر ہے۔

اربع سنین او ما بین الاربع الی خمس — یعنی ام کلثوم وقت عقد چار سال تھی یا چار اور پانچ کے درمیان

تھی اور یہ عقد مورخین نے سنہ ۱۷ھ مین لکھا ہی

اب ذرا غور فرمائیے کہ اگر یہ ام کلثوم دختر جناب فاطمہ زہرا تھین تو جسوقت مقدمہ فدک مین ام کلثوم بھی گواہون مین لائی گئی تھین جو سنہ ۱۱ھ مین حیات جناب فاطمہ زہرا مین دربار خلیفہ اول مین پیش ہوا تھا اوسوقت اُنکی عمر کیا ہوگی جب سنہ ۱۷ھ مین وقت نکاح چار یا پانچ سال کی عمر تھی تو سنہ ۱۱ھ مین پیدا بھی نہین ہوئی ہونگی یا ہونگی تو زائد سے زائد شکم مادر مین ہونگی حالانکہ یہ بھی غلط ہی کیونکہ سنہ ۱۱ھ مین جناب محسن شکم سیدہ مین تھے۔ تو پھر گواہی معاملہ فدک مین کیونکر دی گئی حالانکہ جناب ام کلثوم دختر علی و فاطمہ ع کی گواہی معاملہ فدک مین اکابر علمائے اہل سنت نے لکھی ہی۔ چنانچہ علامہ شہرستانی نے کتاب ملل و نحل مین اور امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین اور علامہ غیاث الدین ہروی نے حبیب السیر مین اور علامہ حلبی نے السیرۃ الحلبیہ مین اور علامہ سید شریف جرجانی نے شرح مواقف مین اور علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ مین لکھا ہی کہ مقدمہ فدک مین حضرت امیر المومنین ع اور حسنین اور ام کلثوم بنت فاطمہ اور ام ایمن نے وقوعہ ہبہ پر گواہی دی پس معلوم ہوا کہ جس ام کلثوم کا عقد صغر سنی مین جناب عمر سے ہونا مذکور ہے وہ کوئی اور ام کلثوم تھی۔ ہرگز بنت فاطمہ نہ تھی۔ نیز

شمس الدین محمد جزری نے حدیث من کنت مولاہ کو جناب فاطمہ بنت رسول اللہ
کی زبانی جناب ام کلثوم بنت فاطمہ کے سلسلہ سے بیان کیا ہے پس وہ ام کلثوم
جسکی عمر وقت نکاح ۱۷ھ میں چار پانچ برس کی تھی اگر بنت فاطمہ تھی تو ۱۱ھ
میں اولاً تو وجود ہی نہ ہونا چاہیے ثانیاً جناب فاطمہ کی زبانی حدیث من کنت
مولاہ کا بیان کرنا چار پانچ برس سے کم عمر کے بچے سے نہیں ہو سکتا اور جناب
سیدہ نے چونکہ ۱۱ھ ہی میں انتقال فرمایا ہے لہذا ۱۱ھ میں ام کلثوم کم از کم
چار پانچ برس کی ضرور ہونگی تاکہ حدیث مذکور کی روایت جناب فاطمہ ع
کی زبانی درست ہو سکے پس جب ۱۱ھ میں چار پانچ برس کی تھیں تو ۱۷ھ
میں دس گیارہ برس کا سن ہوتا ہے جو بلوغ کا زمانہ ہے پھر وقت عقد
صغیر السن چار پانچ سالہ کیونکہ ہو سکتی ہیں پس معلوم ہوا کہ جس ام کلثوم کی
عمر چار پانچ سال وقت عقد تھی وہ ہرگز بنت فاطمہ نہ تھی بلکہ کوئی اور
ام کلثوم تھی۔

تحقیق واقعہ کا دوسرا رخ

تاریخ خمیس و تاریخ روضۃ الاحباب تاریخ ابن اثیر و تاریخ روضۃ الصفا و تاریخ
حبیب السیر و اسعاف الراغبین صواعق محرقہ صفحہ ۹۴ و استیعاب صفحہ ۷۹۵ جلد ۲
میں ہے کہ ام کلثوم سے جناب عمر کے دو بچے پیدا ہوئے زید اور رقیہ زید جب
جوان ہوئے تو عہد معاویہ میں ایک خانہ جنگی میں زخمی ہو کر آئے اور چند

دن زندہ رہے پھر زید اور انکی والدہ ام کلثوم ایک ہی وقت انتقال کر گئے ابن عمر اور حسنؑ بن علی نے دونوں پر نماز جنازہ پڑھی۔

اب ذرا غور فرمائیے کہ جناب حسن بن علی نے چونکہ ۴۹ھ میں انتقال فرمایا ہے لہذا ۴۹ھ کے بعد ام کلثوم یقیناً موجود نہ تھیں۔ کیونکہ انکے جنازہ کی نماز حضرت حسنؑ بن علیؑ نے پڑھائی ہو اور حضرت حسن ۴۹ھ میں اس دار دنیا سے وفات پاگئے لہذا معلوم ہوا کہ ۴۹ھ کے بعد زوجۂ عمر ام کلثوم دنیا میں موجود نہ تھیں حضرت کی وفات سے پیشتر انتقال کر چکی تھیں اور جناب ام کلثوم بنت فاطمہ کا واقعہ کربلا میں موجود ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ کتاب تحریر الشہادتین روضۃ الشہداء و اعظ کاشفی روضۃ الاحباب علامہ جمال الدین محدث مقتل ابو مخنف لوط بن یحیی ازدی نور العین ابو اسحق ابراہیم بن محمد اسفرائنی وغیرہ میں جناب ام کلثوم بنت فاطمہ زہراؑ کا واقعہ کربلا میں موجود ہونا ثابت ہے۔

پس یہ ام کلثوم کہ جس سے زید اور رقیہ جناب عمر کے دو بچے پیدا ہوئے اور جسکی نماز جنازہ امام حسن علیہ السلام نے پڑھائی جو ۴۹ھ کے بعد دنیا میں موجود نہ تھی اگر حضرت فاطمہؑ زہرا کی دختر ہوتی تو واقعہ کربلا میں اسکا موجود ہونا کیونکر ثابت ہو سکتا جو ۶۱ھ میں ہوا ہے پس معلوم ہوا کہ ام کلثوم زوجۂ عمر کوئی اور ام کلثوم ہے دختر فاطمہ زہرا ہرگز نہیں ہو سکتی بلکہ تاریخ خمیس و استیعاب و اصابہ جلد ۴ ص ۴۹۲ میں ہے کہ زینب بنت فاطمہ کے انتقال کے بعد انکے شوہر جناب عبداللہ بن

جعفر نے ام کلثوم بنت فاطمہ بیوہ محمد بن جعفر سے عقد کیا اور سنہ ۸۱ھ میں ام کلثوم کو زندہ چھوڑ کر وفات پا گئے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب ام کلثوم بنت فاطمہ واقعہ کربلا سے بیس سال بعد تک زندہ تھین پس روایت ہذا سے بھی ثابت ہوا کہ ام کلثوم زوجہ عمر جو اپنے بیٹے زید کے ساتھ سنہ ۴۹ھ مین فوت ہو گیئن وہ ہرگز دختر فاطمہ زہرا نہ تھین کوئی اور ام کلثوم تھین جنھین غلطی سے بنت فاطمہ سمجھا گیا ہے اور اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہوئی کہ جناب عمر کے نکاح مین تین ام کلثوم تھیں اول ام کلثوم جمیلہ بنت عاصم دوم ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط جس سے امام فخر الدین رازی نے بعد صلح حدیبیہ جناب عمر کا نکاح کرنا لکھا ہے۔ سوم ام کلثوم ملیکہ بنت جرول جو ایام جاہلیت سے عمر کی زوجہ تھین جنسے عبداللہ و زید پیدا ہوئے اور درحقیقت جس ام کلثوم سے سنہ ۱۷ھ مین جناب عمر کا نکاح کرنا بیان کیا گیا ہے اور انکی عمر چار پانچ برس کی لکھی گئی ہے وہ جناب ابوبکر کی دختر نیک اختر تھین چنانچہ تاریخ طبری اور تاریخ کامل ابن اثیر اور استیعاب مین ہے کہ سنہ ۱۳ھ مین حضرت ابوبکر کی ایک لڑکی اُنکی وفات کے چھ دن بعد یا اُسی روز پیدا ہوئی تھی جس کا نام ام کلثوم رکھا گیا تھا اور جناب ابوبکر کی وفات کے بعد اُن کی زوجہ اسماء بنت عمیس سے حضرت علیؑ نے نکاح کر لیا تھا چنانچہ اُن کے فرزند محمد بن ابوبکر نے جو اُس وقت دو ڈھائی برس کے

تے حضرت علیؑ ہی کے پاس پرورش پائی اسی ام کلثوم بنت ابوبکر کی عمر ۱۷ھ
مین چار یا پنچ برس کی ہوتی ہی اسی ام کلثوم دختر ابوبکر کے لئے حضرت عمر نے
جناب عائشہ کے پاس بحیثیت بڑی بہن ہونے کے اپنے نکاح کا پیغام بھیجا تھا
جسپر عائشہ راضی ہوگئی چنانچہ تاریخ کامل ابن اثیر اور استیعاب مین جناب عمر کا
اسی ام کلثوم کیلئے پیغام عقد بھیجنا اور عائشہ کا راضی ہونا مذکور ہے۔
اس تاریخی تحقیقات کے بعد معلوم ہوگیا کہ فریقین کے جن علما نے اس واقعہ کو
لکھاہے اور ام کلثوم سے حضرت امیر کی دختر کو مراد لیا ہی اونھون نے تاریخی
تحقیقات سے کام نہین لیا ہی اور چونکہ درحقیقت یہ کوئی فقہی مسئلہ نہین ہی
لہذا ہمین اون کی تقلید بھی لازم نہین ہی بلکہ تاریخی تحقیقات کا ہر شخص کو حق
حاصل ہی چنانچہ جناب سید ذاکر حسین صاحب دہلوی نے اپنی تاریخ اسلام مین
نہایت تتبع اور تجسس کیساتھ تحریر کیا ہی کہ جس کے بعد شبہ کی گنجائش ہی نہین
بعض علمائے شیعہ نے محض فقہی نقطہ نظر سے بنابر شہرت اس مسئلہ کو وارد کیا ہی
اور اون کا مقصود فقط یہ ہی کہ نکاح کیلئے اسلام مین ظاہری مساوات کافی ہے
کسی حسب ونسب کی تخصیص نہین ہی لہذا اصاحب مسالک کا قول جس کو اونھون نے
تمثالاً پیش کیا ہی تاریخی حیثیت سے بالکل غلط ہی جیسا کہ ہم کتب تواریخ اہلسنت
سے مفصل لکھ چکے۔ اسکے علاوہ جن علمائے شیعہ نے کتب احادیث مین اس
واقعہ کو نقل کیا ہی اوس سے اولاً تو نکاح ام کلثوم بنت علی ثابت نہین ہوتا ہے

جیساکہ ہم ذیل میں درج کریں گے۔ ثانیًا ان روایات کا راوی زبیر بن بکار ہے جو نہایت متعصب سُنّی تھا اور حضرت امیر المومنین سے بغض و عداوت رکھتا تھا علمائے شیعہ کے نزدیک اسکی روایت قابل وثوق نہیں ہے جیساکہ مرآۃ العقول جلد ۳ صفحہ ۴۴۹ میں ہے۔

قال الشیخ المفید ان الخبر الوارد بتزویج امیر المومنین بنته من عمر لم یثبت وطریقہ من زبیر بن بکار ولم یکن موثوقا به وکان متهما فیما یذکرہ من بغضه لامیر المومنین الخ	جناب شیخ مفید جو شیعہ عالم و مورخ جلیل القدر ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ جو خبر جناب امیرؑ کے متعلق عمر سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنے کے بارے میں وارد ہوئی ہے وہ ثابت نہیں ہے کیونکہ اس خبر کا راوی زبیر بن بکار ہے جو قابل وثوق نہیں ہے اور جو کچھ یہ شخص ذکر کیا کرتا تھا حضرت امیر المومنین کے بغض کی وجہ سے ذکر کیا کرتا تھا۔

اور جو روایات فروع کافی وغیرہ سے پیش کئے جاتے ہیں اون میں سے کسی روایت میں ام کلثوم بنت علی کا لفظ نہیں ہے فقط ام کلثوم کا ذکر ہے جس سے بنت علی ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اوس وقت کئی ام کلثوم موجود تھیں منجملہ اونکے ایک ام کلثوم بنت ابوبکر بھی تھیں جو حضرت امیر کی تربیت میں تھیں جن کے متعلق جناب عمر نے پیغام بھیجا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ عائشہ کی رضا کے بعد حضرت امیر کا منشاء بھی معلوم کیا ہو کیونکہ وہ حضرت ہی کی تربیت میں تھیں بلکہ یقینًا ایسا ہی ہوا

کیونکہ ام کلثوم بنت علیؑ کے متعلق تو ہم نہایت واضح دلائل کے ساتھ لکھ چکے کہ ان کا نکاح ہرگز عمر سے نہین ہوا بلکہ محمد بن جعفر سے ہوا جیسا کہ مفصل طور پر گذرا۔

اب رہا کتاب طراز مذہب کا حوالہ وہ بالکل ناقابل التفات ہے کیونکہ یہ کتاب کسی شیعہ عالم کی نہین ہے تاکہ ہمارے مقابلہ مین دلیل ہو سکے لیکن بعض مفسدین نے یہ لکھا ہے کہ اس کتاب کا مصنف ایک شیعہ عالم کا فرزند ہے۔ یہ دلیل انکی جہالت کی نمایان دلیل ہے کیونکہ ہر شیعہ عالم کا فرزند شیعہ عالم نہین ہوتا بلکہ یہ تو انبیا کے لئے بھی نصیب نہین ورنہ نوح پیغمبر کے فرزند کنعان کو بھی نبی مرسل کہو جو طوفان عذاب مین ڈوب کر مر گیا۔ اگر ایسی ہی دلیلون پر مذہب کی بنا ہے تو خدا ہی حافظ ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جناب عمر نے اسی ام کلثوم دختر ابو بکر سے نکاح کیا تھا اور چونکہ حضرت علی نے ابو بکر کی زوجہ اسماء سے انکے مرنے کے بعد عقد کر لیا تھا اور انکی اولاد کی پرورش بھی کی تھی اس لئے بہت ممکن ہے کہ ام کلثوم بنت ابو بکر علی کی بیٹی کہلائی جانے لگی ہو اور اسی وجہ سے بعض مورخین کو دھوکا ہوا ہو۔

عقد شہر بانو

جناب شہر بانو کے عقد امام حسینؑ مین آنے کے متعلق کتب اہلسنت مین مختلف قسم کی روایتین ملتی ہین۔

(۱) خلیفہ ثانی کے پاس فتح مدائن مین اسیر ہوکر آنا اور انکا بعنوان ہدیہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت مین پیش کرنا۔ ملاحظہ ہو تاریخ روائح المصطفےٰ ترجمہ فتوح العجم واقدی۔

(۲) خلیفہ ثانی کے پاس فتح مدائن مین ان کا اسیر ہوکر آنا اور جناب امیرؑ کا اون کو خرید کر زوجیت امام حسینؑ مین دینا ملاحظہ ہو اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار صہ ۱۹۹ مطبوعہ مصر و تاریخ خمیس صہ ۳۱۹ جلد دوم مطبوعہ مصر و تاریخ ابن خلکان جلد اول صہ ۳۲ مطبوعہ مصر و نور الابصار صہ ۱۲۶ مطبوعہ مصر و حبیب السیر جلد دوم جزو اول صہ ۳۶ مطبوعہ بمبئی اور بحوالہ روائح المصطفےٰ صہ ۶۸ تاریخ مراۃ الجنان یافعی و فصل الخطاب و روضۃ الاحباب۔

(۳) عہد خلافت ظاہری امیر المومنین علیہ السلام مین آنا اور آپ کا اون کو زوجیت امام حسینؑ مین دینا ملاحظہ ہو روضۃ الصفا مطبوعہ نولکشور جلد ۳ صہ ۹ و جامع التواریخ مطبوع نولکشور صہ ۱۴۹ و عمدۃ الطالب مطبوع بمبئی صہ ۱۷۱ و کشف الغمہ اربلی مطبوع ایران صہ ۲۰۱ اعلام الوری۔

ان روایات مین اتنا تو مشترک ہے کہ ایران کے آخری بادشاہ یزدجرد بن شہریار کی ایک لڑکی کا عقد امام حسین علیہ السلام سے ہوا اور امام زین العابدین علیہ السلام انھین سے پیدا ہوئے اختلاف جو کچھ ہے اسمین ہے کہ یہ کس عہد مین آئین عہد جناب عمر مین یا عہد جناب امیرؑ مین؟ اس امر کے فیصلہ کے لئے

حسب ذیل امور پر نظر کی جائے۔

(۱) معتبر تاریخون سے ثابت ہی کہ یزدجرد ابتدائے خلافت عمر مین جنگ قادسیہ سے کچھ پہلے سنہ ۱۴ھ کے شروع مین تخت نشین ہوا ہی ملاحظہ ہو تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۶۹ مطبوعہ مصر و تاریخ کامل ابن اثیر جلد اول صفحہ ۱۷۸ و تاریخ ابو الفدا جلد اول صفحہ ۵۶ مطبوعہ مصر و ابن خلدون بقیہ جلد ثانی صفحہ ۸۵ جنگ قادسیہ نابر اقوال اکثر مورخین و موافق تحقیق ۱۵ھ مین ہوئی ہی۔

(۲) وقت تخت نشینی یزدجرد کی عمر ۲۱ سال کی تھی ملاحظہ ہو تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۸۱ مطبوعہ مصر و کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۷۲ و ابن خلدون بقیہ جلد ثانی صفحہ ۹۱ و فتوحات اسلامیہ سید احمد دحلان جلد اول صفحہ ۲۶ و مولف سیرت عمر مطبوعہ لاہور نے ۱۶ سال کی اور گبن اور اشنگٹن ایرونگ مورخین انگریزی نے ۱۵ سال کی لکھی ہے۔

(۳) تخت نشینی کے دو ہی برس بعد ماہ صفر سنہ ۱۶ھ مین فتح مدائن ہی ملاحظہ ہو۔ معجم البلدان جلد ہفتم صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ مصر و اردو ترجمہ فتوح العجم واقدی صفحہ ۱۶۰ و تاریخ ابو الفدا جلد اول صفحہ ۱۶۱ مطبوعہ مصر و تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۹۷ و ابن خلدون بقیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ و فتوحات اسلامیہ جلد اول صفحہ ۹۰ و طبری جلد ۴ صفحہ ۱۲۸ اس حساب سے فتح مدائن کے وقت (شروع سنہ ۱۶ھ) مین یزدجرد کی عمر زیادہ سے زیادہ ۲۲ سال اور کم از کم ۱۷ سال کی ہوتی ہی

اور شہر بانو اگر بوڑھی کی لڑکی بھی فرض کیجا ئین تو اون کی عمر زائد سے زائد پانچ چھ سال کی ہوتی ہے اس لئے کہ یزدجرد عرب جیسے گرم ملک کا رہنے والا نہ تھا تاکہ چودہ پندرہ سال کی عمر مین باپ بن سکتا بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ شہر بانو کا سن صرف سال دو سال کا رہا ہو۔ پھر فرمائیے کہ فتح مدائن مین انکا اسیر ہوکر آنا جیساکہ روایت واقدی اور عمدۃ الطالب کی پہلی روایت مین ہے مذکورہ ذیل خصوصیات کا لحاظ کرتے ہوئے بعید از عقل ہے یا نہین۔ پھر جبکہ تاریخ مین حسب ذیل واقعات پر نظر پڑتی ہے۔

(۱) بحکم عمر ایک شخص نے شہر بانو کا زیور اتارنا چاہا تو شہر بانو مشتے بروے زد کہ آن شخص بر رو افتاد۔

(۲) جناب عمر یہ سوچ ہی رہے تھے کہ شہر بانو کس کو دی جائین۔ دران اثنا نگاہے بجانب دختر نمودہ دید کہ پوشیدہ نگاہے بحسین بن علی علیہما السلام دارد امیر المومنین (عمر) بخندید وگفت این دختر جفت خود خود پسند نمود

(۳) جناب عمر نے بطور ہدیہ خدمت امام حسینؑ مین جب اونھین پیش کیا ہے تو امام حسین علیہ السلام از شرم سر پائین گذاشت (روائح المصطفے من انبار المرتضیٰ ص۹ ترجمہ فتوح واقدی)

(۴) شہر بانو تین بہنین تھین عمر نے جب کشف نقاب کا حکم دیا ہے تاکہ مسلمان اونھین اچھی طرح دیکھکر قیمت مین زیادتی کرین۔

فامتنعن من کشف نقابھن — تینون بہنون نے کشف نقاب سے انکار
و وکزن المنادی فی صدرہ — کیا اور انھون نے منادی کے سینہ پر گھونسے
فغضب عمر واراد ان یعلوھن — مارے جس پر عمر غضبناک ہوئے اور چاہا
بالدرۃ ۔ — کہ اون کو درہ سے سزا دیجائے ۔

(اسعاف الراغبین بر حاشیۂ نور الابصار ص ۱۹۹ و السیرۃ الحلبیہ)

خصوصیات مذکورہ کا خلاصہ یہ ہوا ۔

ع۱ شہر بانو اتنی قوی تھین کہ زیور چھیننے والا مرد ایک طمانچہ مین الٹ گیا
ع۲ اپنی زوجیت کیلئے مناسب شخص تجویز کرنا اور دزدیدہ نگاہ کرنا (۳) امام حسین
کا شرم سے سر جھکانا جو دلیل ترویج ہو ۔ (۴) کشف نقاب سے تینون بہنون کا مانع
ہونا اور ہر ایک کا منادی کو گھونسے مارنا اور عمر کا آمادۂ قصاص ہونا جو
نابالغون سے نہین لیا جاتا ۔

ان امور کو دیکھتے ہوئے کون شخص کہہ سکتا ہے کہ سال دو سال کی لڑکی یا زائد
سے زائد چار چھ سال کی لڑکی سے ایسے امور صادر ہو سکتے ہین در انحالیکہ تین
بہنون مین جب بڑی شہر بانو قرار دی جائین تو چھ برس کی ہوتی ہین اور دو
بہنین اون سے چھوٹی دو تین برس تک کی ہوتی ہین پھر تینون بہنون کا کشف
نقاب سے منادی کو روکنا اور اوس کے سینہ پر گھونسے مارنا اور پھر جناب عمر کا اون سے
قصاص لینا اور درہ کی سزا تجویز کرنا کہانتک درست ہو سکتا ہے ۔

لہذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ شہر بانو جناب عمر کے عہد میں نہیں آئیں بلکہ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت ظاہری کے زمانہ میں آئیں تاکہ مذکورہ بالا خصوصیات درست ہو سکیں جیسا کہ تاریخ روضۃ الصفا و عمدۃ الطالب و جامع التواریخ وغیرہ کے روایات سے واضح ہے جو نمبر ۳ میں مع حوالہ پیش کر دی گئیں۔ (ازالیس ملک حسین جعفری)

ایمان ابو طالب

حضرات شیعہ جناب ابو طالب کو مومن سمجھتے ہیں اور انکا اعتقاد ہے کہ وہ حالت ایمان پر دنیا سے منتقل ہوئے۔

حضرات اہلسنت اس مسئلہ میں بھی متحد ہیں چنانچہ تاریخ ابو الفداء صفہ ۱۲ جلد اول و اسنی المطالب صفہ ۱ مطبوعہ مصر میں جناب ابو طالب کے یہ اشعار موجود ہیں جو حضرت ابو طالب کے ایمان کا بین ثبوت ہیں۔

ودعوتنی وعلمت انک صادق ولقد صدقت وکنت ثم امینا

ولقد علمت بان دین محمد من خیر ادیان البریۃ دینا

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم حتی اوسد فی التراب دفینا

اے محمد تم نے مجھے دین اسلام کی طرف بلایا اور میں نے سمجھ لیا کہ درحقیقت تم صادق القول اور امانت دار ہو اور بے شک مجھے یقین ہو گیا کہ دین محمدؐ تمام دنیا کے دینوں سے بہتر ہے۔ خدا کی قسم جبتک میں زندہ ہوں قریش

ہین سے کوئی تمہارا کچھ نہین کر سکتا۔ ان اشعار کے متعلق مؤلف ابو الفدا تحریر
فرماتے ہین کہ یہ اشعار جناب ابو طالب کے ایمان اور تصدیق رسالت کی دلیل ہین۔

نیز اسنی المطالب ص۱۰ مطبوع مصر السیرۃ الحلبیہ جلد اول ص۲۸۶ مین ہے

الم تعلموا انا وجدنا محمدا رسولا کموسی صح ذلک فی الکتب

کیا تم نہین جانتے کہ ہم نے محمدؐ کو موسیٰ کی طرح رسول سمجھا ہے اور آپکی نبوت
کتب قدیمہ کی پیشینگوئیون سے ثابت ہو چکی ہے۔

نیز اسنی المطالب ص۱۲ مطبوعہ مصر مین ہے۔

قال ابن حجر فی شرح الاربعین ان لکل من الائمۃ الاربعۃ قولا بانہ مومن۔

ابن حجر نے شرح اربعین مین تحریر فرمایا ہے کہ ائمہ اربعہ یعنی امام شافعی امام ابو حنیفہ امام احمد بن حنبل امام
مالک کا قول ہے کہ ابو طالب مومن تھے۔

نیز اسنی المطالب ص۱۱ مطبوعہ مصر مین جناب ابو طالب کے اشعار نقل کرنے
کے بعد یہ عبارت مذکور ہے۔

وھو کلام صریح فی انہ مصدق بنبوتہ ومومن بہ۔

یہ کلام اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپنے تصدیق رسالت کی اور آپ مومن تھے۔

نیز اسنی المطالب ص۳۲ مطبوعہ مصر مین ہے۔

ان کثیرا من اہل السنۃ والجماعۃ

اکثر اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہے

يعتقدون نجاته تبعا لما جاء في ذلك ولما نقله الجهابذة الفخام المحققون بان يتخذ واجبة للخلق لدى الملك العلام وهم الامام السبكي والامام القرطبي والامام الشعراني رحمهم الله تعالى على الدوام ان الله احيى ابا طالب وامن بالمصطفى ومات مسلما قال الامام المحقق السحيمي بعد نقله ذلك وهذا هو الذي اعتقده والقى الله به۔

کہ ابو طالب ناجی ہین اور اسکی دلیل وہ اخبار اور احادیث ہین کہ جو انکے متعلق مذکور ہین اور نیز اسکی دلیل اون جلیل القدر بزرگ مسلم الثبوت علمائے اہلسنت کے اقوال ہین کہ جو اسبات کے مستحق ہین کہ خدا کے نزدیک حجت خلق قرار دیے جائین اور اُن حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہین امام سبکیؒ امام قرطبیؒ، امام شعرانیؒ ان حضرات کا قول ہے کہ بیشک خدا نے ابو طالب کو زندہ رکھا اور وہ محمد مصطفےٰؐ پر ایمان لائے اور بحالت اسلام مین انتقال فرمایا امام محقق سحیمی اس کے بعد تحریر فرماتے ہین کہ یہی وہ عقیدہ ہے کہ جس کا مین معتقد ہون اور اسی اعتقاد کے ساتھ خدا کے سامنے جاؤن گا۔

نیز اسنی المطالب صفحہ ۳۲ طبع مصر مین شرح شہاب الدین ابن وحشی سے منقول ہے۔

قال ابو طاهر من ابغض ابا طالب فهو كافر بالله عزوجل۔

ابو طاہر نے کہا ہے کہ جو شخص ابو طالب سے بغض رکھے وہ کافر ہے۔

اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ آنحضرتؐ کی تربیت جناب ابو طالبؑ نے

کی اور برابر آپ کی مدد فرماتے تھے بلکہ اپنے بچون سے زائد محبوب رکھتے تھے چنانچہ مقام خوف مین اپنے بچون کو سلادیتے تھے اور آنحضرتؐ کو وہان سے لیجاکر مقام حفاظت مین سلاتے تھے ابوطالب کے سوا آپ کا کوئی ناصر و مددگار نہ تھا کہ جس پر آپ کی حفاظت کا اعتماد کیا جا سکے چنانچہ جناب ابوطالب کے انتقال کے بعد آنحضرتؐ کو مکہ معظمہ سے ہجرت کرنا پڑی جیسا کہ طبری جلد اول جزء ۲ صفحہ ۲۲۹ السیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۳۵۳ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی صفحہ ۱ مین ہر کہ وفات ابوطالب کے بعد آنحضرت کو وحی پہونچی کہ اب مکہ معظمہ چھوڑ دو کیونکہ اب تمھارا یہان کوئی ناصر و مددگار نہین رہا نیز آیہ۔

الم یجدك یتیما فاوی‌ٰ (اے رسول کیا خدا نے تمھین یتیم پاکر پناہ نہین دی یعنی ضرور دی) کی تفسیر مین ہے۔

اٰوی فی کنف ابی طالب۔ تمھین ابوطالب کی حفاظت و تربیت مین رکھا

پس جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ ابوطالب نے آنحضرتؐ کی حفاظت و نصرت و تربیت فرمائی تو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جناب ابوطالب مومن تھے کیونکہ خدا نے گمراہ لوگون کے ذریعہ سے آنحضرت کی مدد کرنے سے انکار فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے (سورہ کہف)

وما کنت متخذ المضلین عضدا مین گمراہ لوگون کے ذریعہ سے مدد کرنے والا نہین۔

نیز اسنی المطالب ص۱۵ مطبوعہ مصر میں آیہ۔

فالذین امنوا بہ وعزروہ و نصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ہم المفلحون۔ (وہ لوگ جو آنحضرت پر ایمان لائے اور آپ کی نصرت ومدد کی اور خدا کے نازل کردہ نور کا اتباع کیا یہی لوگ فلاح یافتہ ہیں) سے ایمان ابو طالب پر دلیل پیش کی ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں

وقد صدقہ ابو طالب ونصرہ بما اشتہر وعلم ونابذ قریشا بسببہ بما لاینکرہ احد من نقلۃ الاخبار فیکون من المفلحین۔ جناب ابو طالب نے آنحضرت کی تصدیق بھی کی اور مدد بھی فرمائی اور قریش سے آنحضرت ہی کی وجہ سے مقابلہ بھی کیا جو اسقدر مشہور ومعروف ہے کہ جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ پس آپ فلاح پانے والے لوگوں میں سے ہیں۔

نیز صاحب اسنی المطالب تحریر فرماتے ہیں کہ چونکہ ابو طالب آنحضرت کی حفاظت ومدد کی وجہ سے حسب مصلحت وموقع اپنے ایمان کا اظہار نہیں فرماتے تھے اس لئے بعض لوگوں کو ایمان ابو طالب میں شبہ ہوگیا اور یہ کوئی عیب نہیں ہے جیسا کہ قرآن میں مومن آل فرعون کی مدح ہے کہ جو حسب مصلحت اپنے ایمان کو چھپاتا تھا۔

عزاداری

حضرات شیعہ فرزند رسولؐ کے جانکاہ غم میں آنسو بہاتے ہیں مرثیہ

پڑھتے ہین ماتم کرتے ہین ذوالجناح وعلم وتعزیہ بناتے ہین اوران چیزدن کو قابل تعظیم سمجھکر بوسہ دیتے ہین حضرات اہلسنت ان تمام امور مین متحد ہین چنانچہ بالتفصیل لکھا جاتا ہے۔

بکاء علی الحسینؑ

قبل واقعۂ کربلا آنحضرت کی حالت کتاب غنیہ ص۶۸۳ صواعق محرقہ ص۱۵ المسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص۵۸ مشکوٰۃ ص۵۴۸ وغیرہ مین ہے کہ آنحضرتؐ اپنے فرزند حسین کو سینہ سے لگائے ہوے تھے کہ جبرئیل امین نے آکر یہ خبر دی کہ یہ آپ کا بچہ میدان کربلا مین قتل کیا جائے گا اور قتل گاہ کی مٹی بھی دی آنحضرتؐ یہ سنکر اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤن سے تر ہوگئی۔

روز عاشور پیغمبر اسلام کی حالت

مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ص۲۸۲ صواعق محرقہ ص۱۱۵ سر الشہادتین شاہ عبدالعزیز ص۱۸ اسعاف الراغبین ص۱۸۳ ینابیع المودۃ ص۲۸۹ تاریخ الخلفاء ص۱۴۵ انبیر مشکوٰۃ و ترمذی مین ابن عباس وام سلمہ سے مروی ہے کہ روز عاشور محرم آنحضرتؐ اپنی ریش مبارک وسر اقدس پر خاک ڈالے ہوے پریشان

آنکھون سے آنسو جاری دست مبارک مین ایک شیشی لئے ہوئے تھے ہمین حسینؑ اور انکے رفقاء کا خون بھرا ہوا تھا۔

رنج و مصیبت کے وقت سر دان پر خاک اڑانا فعل اصحاب سے بھی ثابت ہی چنانچہ استیعاب کتاب النساء باب الحاء جلد دوم صہ ۷۳۴ نمبر اسم ۳۲۴۸ مین ہے کہ جب آنحضرتؐ نے جناب عمر کی صاحبزادی حفصہ کو طلاق دیدیا تو جناب عمر نے اپنے سر پر خاک اڑائی۔

بعد شہادت حسینؑ دنیا کی حالت

صواعق محرقہ صہ ۱۱۶ سر الشہادتین شاہ عبد العزیز صہ ۶۵ و ۶۶ اسعاف الراغبین صہ ۱۹۱ ینابیع المودۃ صہ ۲۹۱ مین ہے کہ فرزند رسولؐ کی شہادت کے بعد زمین سے لہو ابلنے لگا آسمان سے خون برساو دین اور جنات نوحہ و بکا کرنے لگے دنیا اس قدر تاریک ہوگئی کہ دن مین ستارے نظر آنے لگے۔ آفتاب کو گہن لگ گیا۔ ستارے آپس مین ٹکرانے لگے اور دیوارون پر خون آلودہ چادرین معلوم ہوتی تھین لوگون نے یہ گمان کیا کہ قیامت قائم ہوگئی اور یہ سب باتین اسلئے ہوئین کہ حاضر و غائب سب اس واقعہ پر مطلع ہو جائین بلکہ اس لئے ہوئین کہ ان واقعات ہائلہ پر امت مین قیامت تک گریہ و بکا و مجالس ذکر جاری رہین اسی لئے اس واقعہ جانکاہ کی شہرت زمین

و آسمان جن و انس ہر ناطق و صامت تک پہونچی۔

گریہ و زاری اور صد اسلام

کتاب استیعاب جلد احرف زا باب زید بن حارثہ صہ ۱۹۳ مین ہی کہ جب انحضرت کے پاس خبر شہادت جعفر و زید آئی تو گریہ و بکا کیا اور فرماتے جاتے تھے کہ یہ دونو میرے بھائی اور میرے انیس تھے صحیح بخاری جلد اول صہ ۱۵ مطبوع مصر مین ہی کہ آپ اپنے فرزند ابراہیم پر رو رہے تھے کہ عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ آپ یا حضرت! آپ تو رسول ہین۔ اسکے جواب مین حضرت نے فرمایا کہ رونا رحم کی وجہ سے ہے پھر اُسنے کہا۔ اس پر آپنے فرمایا کہ اے عبد الرحمن آنکھ ضرور روئے گی اور دل ضرور رنجیدہ ہوگا۔

صحیح بخاری جلد اول صہ ۱۵ طبع مصر باب البکاء عند المریض مین ہی کہ حضرت مع اصحاب سعد بن عبادہ کی عیادت کے لئے گئے اون کے گھر پر لوگون کا انبوہ تھا حضرت نے سمجھا کہ شاید اون کا انتقال ہو گیا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ابھی انتقال نہین ہوا ہے حضرت نے رونا شروع کیا اور انحضرت کو دیکھ کر اصحاب بھی رونے لگے۔

صحیح بخاری جلد اول صہ ۱۴۷ طبع مصر مین ہی انس کہتے ہین کہ ہم وقت واقعہ دختر رسول حاضر تھے پیغمبر خدا قبر پر تشریف فرما تھے اور دونو آنکھون

سے آنسو جاری تھے۔

صحیح نسائی جلد دوم ص ۲۸۶ ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی مادر گرامی کی قبر کی زیارت کی تو خود بھی روئے اور گرد بیٹھنے والوں کو بھی رولایا۔

صحیح بخاری جلد اول باب الدخول علی المیت ص ۱۴۳ طبع مصر میں ہے جناب ابوبکر آنحضرت پر روئے صحیح بخاری جلد اول ص ۱۴۳ جابر بن عبداللہ انصاری آنحضرت کے سامنے اپنے باپ پر روئے صحیح بخاری جلد اول طبع مصر ص ۱۴۹ میں ہے بنت عمر یا خواہر عمر جابر کے باپ پر روئیں۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ زنان انصار جناب حمزہ پر روئیں اور شام سے صبح تک روتی رہیں آنحضرت نے انکے لئے فرمایا کہ اے رونے والیو خدا تم سے خوش ہو گیا نیز تمام مسلمین وقت دفن جناب حمزہ بحضور آنحضرتؐ اُن پر بہت روئے۔

رونے کے متعلق جو یہ بات مشہور ہے کہ رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ صحیح بخاری جلد اول ص ۱۴۸ مطبوع مصر میں جناب عائشہ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ اس مطلب کے سمجھانے کیلئے قرآن بہت کافی ہے خدا فرماتا ہے۔

ولا تزر وازرۃ وزر اخرىٰ ایک کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھاتا۔

پھر جب البیان ہے تو رونے والوں کی بلا مردے کے سر کیوں جانے لگی۔

(نوحہ و ماتم)

مسند امام احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۲۷۴ سطر ۱۷ مطبوعہ مصر میں ہے کہ آنحضرت کے انتقال پر جناب ام المومنین بی بی عائشہ نے ماتم کیا اور اپنا سر و سینہ پیٹا۔

مدارج النبوۃ میں ہے کہ جب آنحضرت نے اپنی شدت تکلیف کی وجہ سے بلال کی معرفت جناب ابوبکر کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ نماز پڑھا دیں۔ پس بیرون آمد بلال دست بہ سر زنان و فریاد کنان (بلال سر پیٹتے ہوئے اور فریاد کرتے ہوئے گھر سے باہر برآمد ہوئے) اور جب جناب ابوبکر نے یہ سنا تو سخت اندوہگین ہوئے۔ (خود را پس بر دوئے افتاد (اور اپنے خود کو منہ کے بھل دھڑ سے دے مارا)

نیز مدارج النبوۃ ہی میں ہے کہ جب جنگ احد میں آنحضرت کے قتل کی خبر شیطان نے مشہور کی اور یہ خبر مدینہ تک پہونچی تو زنان ہاشمیہ پر اس کا سخت اثر ہوا یہاں تک کہ جناب فاطمہ نے جب یہ آواز سنی تو سر پیٹتی ہوئی گھر سے باہر نکل پڑیں۔

صحیح بخاری جلد ۶ صفحہ ۱۴۲ مطبوعہ بمبئی میں ہے کہ جناب ابوبکر نے وفات آنحضرت پر اپنے کو دھڑ سے دے مارا۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری مین ہے کہ ایک شخص آنحضرتؐ کی خدمت
مین سر کے بال نوچتا ہوا سینہ زنی کرتا ہوا آیا اور بروایت محمد بن حفصہ
منہ پر طمانچے بھی مارتا ہوا آیا اور آنحضرتؐ سے عرض کی یا رسول اللہؐ مین
ہلاک ہوگیا مجھپر مصیبت ٹوٹ پڑی۔
آنحضرت صلعم کے سامنے یہ واقعہ ہوا اور آنحضرتؐ نے منع نہین
فرمایا لہذا جائز۔

مرثیہ گوئی اور اصحاب رسول

مدارج النبوۃ صفحہ ۵۲۵ مین ہے دہر کدام از اہلبیت آنحضرتؐ وصحابہ
عظام مرثیہ در وفات آنحضرت در سلک انتظام کشیدند یعنی آنحضرت کی
وفات پر تمام اہلبیت اور جمیع اصحاب نے مرثیے کہے۔
مدارج النبوہ صفحہ ۶۵۷ مین ہے کہ جناب عمر بن خطاب نے عروہ ابن مسعود کی
وفات پر مرثیہ کہا۔ نیز روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۵۶۶ طبع لکھنؤ مین ہے کہ جناب ابوبکر
اور جناب عمر اور جناب فاطمہ زہرا اور جناب بی بی عائشہ اور حسان بن ثابت نے
آنحضرتؐ کی وفات پر مرثیے کہے۔
روضۃ الاحباب مین ہے کہ جناب ابوبکر نے صفیہ بنت عبدالمطلب
کا مرثیہ کہا۔

جناب امام شافعی کا مرثیہ ملاحظہ ہو ینابیع المودۃ صفحہ ۲۹۷ طبع بمبئی۔

تاوب ھمی والفواد کئیب وارق عینی والرقاد غریب

میرا غم ابھر آیا اور دل غمگین ہے جس نے میری آنکھوں کو بیدار کر دیا ہے اور نیند نایاب ہو گئی ہے۔

تزلزلت الدنیا لال محمدؐ وکادت لھم صم الجبال تذوب

دنیا آل محمد کی وجہ سے زلزلہ میں آگئی ہے اور قریب ہے کہ بڑے بڑے سخت پہاڑ پگھل جائیں۔

فمن یبلغن منی الحسین رسالۃ وان کرھتھا النفس وقلوب

کون ایسا ہے جو حسین کو میری طرف سے میرا پیغام پہونچا دے اگرچہ لوگ اس بات کو ناپسند کریں۔

قتیل بلا جرم کان قمیصہ صبیغ بماء الارجوان خضیب

حسینؑ بلا جرم شہید ہوئے اُنکی قمیص سرخ رنگ کے خون سے رنگین ہے۔

یصلی علی المختار من ال ھاشم ولودی لہٗ ابن ان ذالعجیب

تعجب کی بات تو یہ ہو کہ آل ہاشم کے مختار یعنی نبی پر درود بھیجا جاتا ہے اور اونہی کے فرزند کو قتل کرتے ہیں۔

لئن کان ذنبا حب ال محمد فذلک ذنب لست عنہ اتوب

اگر آل محمد سے محبت رکھنا گناہ ہے تو یہ ایسا گناہ ہے جس سے میں کبھی توبہ

نہ کرونگا۔

ھم شفعائی یوم حشری و موقفی وحبھم للشافعی ذنوب

یہی لوگ تو میرے شفیع ہین روز محشر اور انھین سے محبت رکھنا شافعی کے لئے گناہ کہا جاتا ہے۔

(ضریح و تعزیہ و ذوالجناح)

تعزیہ و ضریح نقل ہی روضۂ مبارکہ سید الشہدا کی اور بیجان کی شبیہ ہی جو باتفاق اہل سنت جائز ہی بلکہ مسند امام احمد جلد ۶ ص ۲۷۲ اور جمع بین الصحیحین و نیز جامع الاصول و سنن ابو داؤد و فردوس اسیر مصباح الزیت ص ۲۴۶ بحوالہ مدارج النبوۃ منقول ہے کہ جب آنحضرت جنگ تبوک سے واپس آئے تو عائشہ کی گڑیوں کا پردہ ہوا سے اڑ گیا آنحضرتؐ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ جناب عائشہ نے کہا یہ گڑیاں ہین اور ان کے درمیان مین ایک پردار گھوڑا بھی تھا حضرت نے پوچھا کہ کیا گھوڑے کے پر بھی ہوتے ہین عائشہ نے کہا کیا آپکو معلوم نہین حضرت سلیمان کے گھوڑے کے پر تھے یہ سنکر آنحضرتؐ ہنس دیئے یہانتک کہ آپکے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔

یہ واقعہ ۹ھ کا ہو کہ جس وقت جناب عائشہ کی عمر ۱۸ سال سے کچھ اونچی تھی

ذوالجناح مین کوئی خاص تصویر نہین بنائی جاتی ہے بلکہ گھوڑے پر زین چارجامہ

وغیرہ مین ذوالجناح فرزند رسول سے مشابہت مقصود ہوتی ہے تاکہ اسکی وفاداری کا بھی ذکر ہوجائے اور اس مین کوئی عیب نہین خدا نے تو وفاداری کی وجہ سے قرآن مین اصحاب کہف کے کتے تک کا ذکر کیا ہی۔

اسکے علاوہ خود آنحضرتؐ روز عید حسینؑ کے لئے شبیہ مرکب بنکر جواز شبیہ مرکب حسین پر روشنی ڈال گئے۔ کیونکہ آنحضرتؐ مرکب نہ تھے نہ آپکی مہار تھی۔ مگر حسینؑ کی وجہ سے ناقہ کی شبیہ بنے زلفون کو مہار کی تشبیہ بنایا اپنی آواز اونٹ کی آواز کے مثل بنائی لہذا شبیہ بنانا جائز ہی۔

تعظیم و احترام ضریح و علم وغیرہ

اس مین بھی کوئی مضائقہ نہین ہی کیونکہ یہ ایک بزرگ و محترم روضہ کی نقل ہی جو فرزند رسولؐ کی طرف منسوب ہی جیساکہ مسجد کی تعظیم قرآن کی تعظیم غلاف قرآن کا احترام بلکہ فتاویٰ عالمگیری اور مطالب المومنین مین ہی کہ ایک شخص آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ مین نے قسم کھائی ہی کہ حور کی پیشانی اور جنت کی چوکھٹ پر بوسہ دونگا اب مین کیا کرون۔ آپ نے فرمایا کہ جا ماں کے قدم اور باپ کی پیشانی پر بوسہ دے اُس نے کہا کہ وہ فوت ہوگئے آپ نے فرمایا کہ جاؤ انکی قبروں پر بوسہ دے اوس نے کہا کہ نشان قبر مٹ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ دو نشان بنالے اور بوسہ دے تاکہ تیری قسم نہ ٹوٹے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بوسہ دینا جائز ہے اگر جائز نہوتا تو ہرگز آنحضرت صلعم حکم نہ دیتے کیونکہ حرام شئے قسم کی وجہ سے جائز نہین ہوتی ہی ورنہ اگر کوئی شراب پینے کی قسم کھالے تو کیا جائز ہو جائیگی اس حدیث سے شبیہ بنانے کا جواز بھی ثابت ہو جاتا ہی اور احترام و تعظیم شبیہ روضہ کا بھی ہی۔

نتیجۂ کلام

حضرات! زیادہ تر یہی مسائل وہ ہین جو شیعہ سنی مین مایۂ نزاع اور مرکز اختلاف سمجھے جاتے ہین اور ہم نے ہر مسئلہ مین علمائے اہل سنت کے اقوال اور مستند روایات سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان مین سے کسی مسئلہ مین بھی اہل سنت کے لئے شیعون کی ہمنوائی ناممکن نہین ہے بلکہ ہر مسئلہ مین شیعون کے ساتھ اہل سنت کی آوازین ہم آہنگ نظر آتی ہین ایسی صورت مین کیا افسوس کی بات نہین کہ یہ تفرقہ جس نے ملت اسلامیہ کی بنیادون کو کھوکھلا کر دیا ہی باقی رکھا جائے اور کیون نہ تمام مسلمان ایک نقطۂ اتحاد پر جمع ہو کر وحدت اسلامی کا مظاہرہ کرین۔

حقیر محمد شبیر غفرلہ القدیر
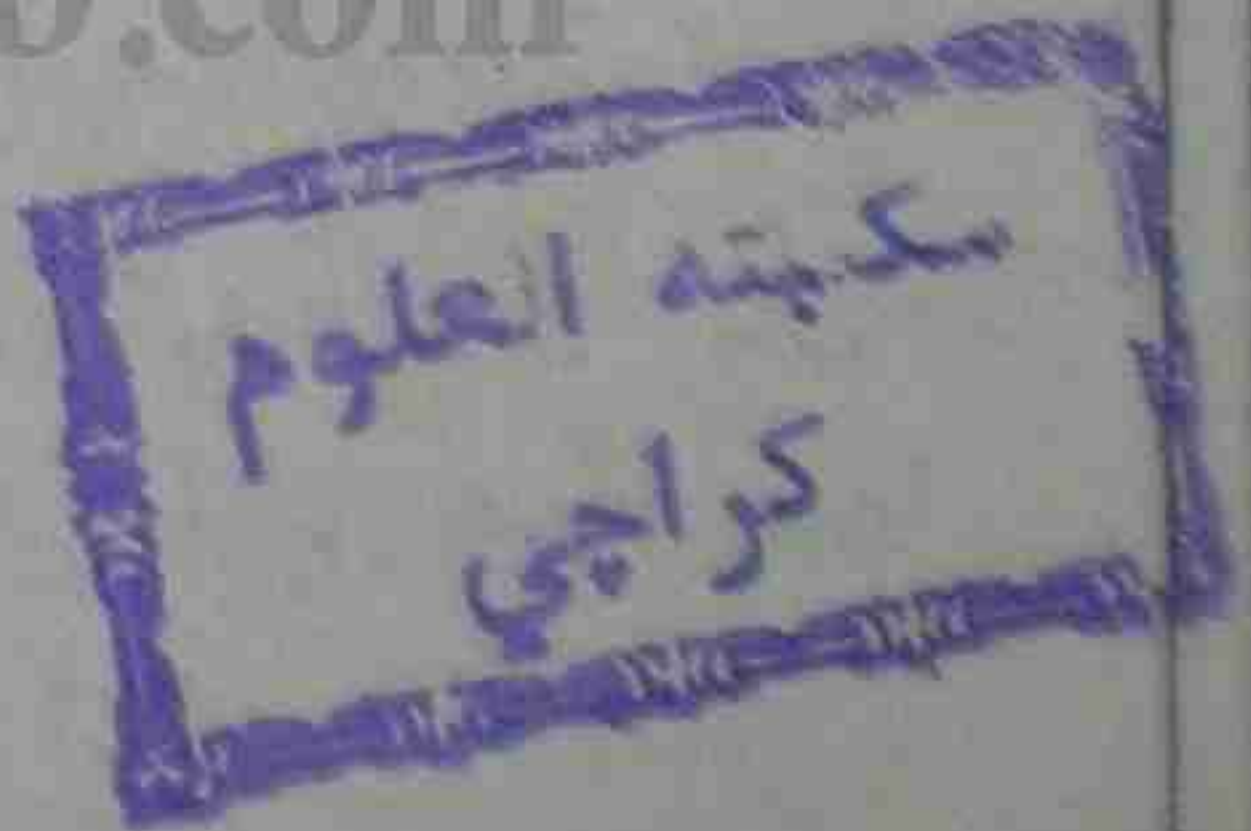
حجج وبیّنات

اپنی نوعیت کی پہلی کتاب جو عالم اسلامی میں ظاہر ہوئی ہے سنہ ۱۳۵۰ھ
مین مشاہد ائمہ معصومین علیہم السّلام سے جو حیرت انگیز مظاہر قدرت یعنے
معجزات ظاہر ہوے اُنکے مستند تفصیلی واقعات اسمین شایع کئے گئے ہین
جو ارباب المعانی کے لئے بصیرت افروز اور تمام مذاہب و اقوام کے مقابل
صداقت و حقّانیت کی دلیل ہین۔ یہ کتاب بھی حضرت سیّد العلماء دام
ظلہ کا نتیجہ قلم اور ان ہی کی ذاتی تحقیقات اور کاوش کا نتیجہ ہے
تقطیع ۲۰×۲۶ کاغذ سفید چکنا۔
قیمت صرف ایکروپیہ (عہ/) خرچہ ڈاک دو آنہ (۲/)

وجیزۃ الاحکام

عرصہ سے اس ضرورت کا احساس کیا جارہا تھا کہ حضرت سید العلماء
دام ظلہ کے فتاوی اور ضروری مسائل فقہ کا مجموعہ شایع کیا جائے چنانچہ سردست
یہ مختصر اور اہم مسائل کا مجموعہ شایع کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ ایک مبسوط
کتاب مسائل فقہ مین جو تمام ابواب فقہ کی جامع ہوگی شایع کیجائیگی۔
قیمت فیجلد چار آنہ (۴/) خرچہ ڈاک ایک آنہ (۱/)

سید ابن حسین سکریٹری امامیہ مشن حسین آباد لکھنؤ

امامیہ مشن کے تبلیغی رسالے

		قیمت	خرچہ ڈاک
(۱)	قاتلانِ حسینؑ کا مذہب (تیسرا ایڈیشن)	۴/	۱/
(۲)	تحریفِ قرآن کی حقیقت (دوسرا ایڈیشن)	۶/	۱۰/
(۳)	مولودِ کعبہ	۱/	۱۰/
(۴)	وجودِ حجت	۴/	۱/
(۵)	اصولِ دین اور قرآن	۴/	۱/
(۶)	اتحاد الفریقین - پہلا حصہ - (دوسرا ایڈیشن)	۴/	۱/
(۷)	حسینؑ اور اسلام (اردو) (دوسرا ایڈیشن)	۱/	۱۰/
(۸)	" (ہندی)	۱۰/	۱۰/
(۹)	" (انگریزی)	۳/	۱۰/
(۱۰)	شیعہ اور اسلام	۸/	۱م/
(۱۱)	امامت ائمہ اثنا عشر اور قرآن	۱۰/	۱۰/
(۱۲)	تجارت اور اسلام	۳/	۱۰/
(۱۳)	اتحاد الفریقین دوسرا حصہ	۴/	۱/
(۱۴)	علیؑ اور کعبہ	۱/	۱۰/

سکرٹیری امامیہ مشن لکھنؤ